میلے کے آخری دن کا میدان سج چکا تھا۔ دوپہر ڈھلنے کے ساتھ ہی علاقے بھر سے آئے ہوئے لوگ ایک بڑے دائرے میں کھڑے تھے۔ اسی دائرے میں جاگیرداروں، زمینداروں اور میلے کے منتظمین کے الگ الگ جگہوں پر شامیانے لگے ہوئے تھے۔ وہ سبھی اپنے اپنے لوگوں کے ساتھ کرسیوں پر براجمان تھے۔ انہی کے درمیان ان کے شہہ زور بھی تھے، جو مقابلے کے لئے آئے ہوئے تھے۔ یوں دکھائی دے رہا تھا کہ جیسے ہر علاقے کا بااثر آدمی میدان سے باہر مقابلے کے لئے موجود ہے۔ اس وقت لوگوں میں عام تاثر یہی تھا کہ مقابلہ تو رام گڑھ والوں نے جیت ہی لینا ہے۔ مگر تجسس یہ تھا کہ ان کے مقابلے میں آنے والا وہ کون سا شہہ زور ہے، جس نے اتنا حوصلہ کرلیا۔ کس نے یہ ہمت کی ہے کہ ان کے سامنے مقابلے لئے اُترے۔

تماشائیوں کی بڑی تعداد نعرے بازی کررہی تھی۔ ان میں سب سے زیادہ شور رام گڑھ والوں ہی کا تھا۔ ان سب کے درمیان ٹھاکر رام دیال رائے تنی ہوئی مونچھوں اور چڑھی ہوئی خمار آلود آنکھوں سے میدان کو دیکھ رہا تھا۔ اس کا یہ خمار یونہی نہیں تھا۔ وہ کئی برسوں سے یہ مقابلہ جیتتا آ رہا تھا۔ جس کے لئے ہر طرح کی تیاری بڑے اہتمام سے ہوا کرتی تھی۔ جس کی وہ خود نگرانی کیا کرتا تھا۔

میلے کے لئے رام گڑھ سے نکلنے والی سج دھج ہی نرالی ہوا کرتی تھی۔ ٹھاکر رام دیال رائے بڑے شوق اور اہتمام سے میلے میں شریک ہونے کے لئے آتا تھا۔ چاندی کی زین والے گھوڑے پر سوار وہ سب سے آگے ہوتا، اس کے پیچھے رام گڑھ والوں کا قافلہ ہوتا تھا۔ باجے گاجے کے ساتھ وہ یوں نکلتے جیسے کسی جنگ کے لئے جارہے ہوں۔

صحرا کے درمیان موجود اس چٹیل میدان میں تین دن تک خوب رونق رہتی۔ یوں لگتا جیسے وہاں پر کوئی بستی آگ آئی ہو۔ نیلے آباد ہو جاتے۔ وہاں خیمے لگ جاتے۔ خرید وفروخت کے لئے میدان کے ایک جانب دوکانیں سج جاتیں۔ جابہ جا ناچنے والوں کی منڈلیاں لگ جاتیں۔ جادوگری اور شعبدے بازی کے کمالات دکھانے والے، عورتوں کے سنگھار اور بچوں کے کھلونے بیچنے والے، مختلف بھگوانوں کی مورتیاں اور تصویریں فروخت کرنے والے، طوائفیں، حکیم، سنیاسی، پتھر نگینے بیچنے اور نوٹنکی والے بھی آجاتے۔ چھوٹے موٹے نوسرباز، چور اور ٹھگی لگانے والی بھی موجود ہوتے۔ اس میلے میں تفریح کے ساتھ مویشیوں کی نمائش بھی ہوتی۔ تین دن میں جہاں دور دراز کے لوگوں کو آپس میں ملنے کا موقعہ ملتا، وہاں ہر طرح کے مقابلے ہوتے۔ وہاں اسی میلے میں پتہ چلتا کہ کس علاقے میں کون، کتنا شہہ زور ہے۔ ان شہہ زوروں کے مقابلے ہی میں ان شہہ زوروں کی طاقت کا اندازہ ہوتا، وہاں ان شوقین جاگیرداروں اور زمینداروں کے بارے میں معلوم ہوجاتا کہ وہ کتنے پانی میں ہیں۔ کیونکہ ان میں بعض ایسے مقابلے تھے، جن کی سرپرستی زرکثیر خرچ کرنے ہی سے ہوسکتی تھی۔ شہہ زوروں کے ان مقابلوں سے نہ صرف اُن کے شوق کا پتہ چلتا تھا بلکہ علاقے پر اپنی دھاک بٹھانا بھی مقصد ہوتا تھا۔ طاقت کے اس اظہار کی خواہش کی وجہ سے ان مقابلوں کی تیاری کے لئے محنت، زر اور وقت خرچ کیا جاتا تھا۔ عوام کی بھی سب سے زیادہ دلچسپی اسی میدان میں دیکھنے کو ملتی، جہاں شہہ زور اپنی طاقت اور مہارت دکھاتے تھے۔ تین دن تک میدان میں مختلف مقابلوں میں ہار جیت چلتی رہتی تھی۔ یہاں تک کہ تیسرے دن کی دوپہر کے بعد آخری مقابلہ شمشیر زنی کا ہوا کرتا تھا۔ جو اس میدان کا سب

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

بڑا، سب سے سنسنی خیز اور دل ہلا دینے والا مقابلہ ہوتا تھا۔ بڑے بڑے شہہ زور یہاں سے ساری زندگی کے لئے اپاہج ہو کر گئے تھے۔ کئی شہہ زوروں کی تو یہیں موت ہو گئی تھی۔

ٹھاکر رام دیال رائے، کی اسی شمشیر زنی کے مقابلے میں سب سے زیادہ دلچسپی ہوا کرتی تھی۔ یہ دلچسپی اسے اپنے سورگ باشی پتا سے وراثت میں ملی تھی۔ اسی میدان میں اس نے بھی اپنی طاقت اور مہارت کا کئی بار مظاہرہ کیا تھا۔ پھر بعد میں اس نے خود شمشیر زن نوجوان تیار کئے۔ وہ سارا سال ان پر بے تحاشا دولت لٹاتا۔ وہ یہی سمجھتا تھا کہ رام گڑھ والے کبھی شکست نہیں کھاتے تھے۔ ہر برس علاقے میں سے کوئی نہ کوئی شہہ زور مقابلے پر آتا، شکست کے ساتھ ساری زندگی کے لئے اپاہج ہو جاتا۔ حریفوں نے بڑی محنت کی ہوتی تھی مگر جیت ان کا مقدر نہ بن سکتی تھی۔ یوں یہ سمجھ لیا گیا تھا کہ شمشیر زنی کے مقابلے میں رام گڑھ والوں سے کوئی بھی مقابلہ نہیں جیتا جا سکتا۔ ٹھاکر رام دیال رائے اس پر نہ صرف فخر کرتا بلکہ اسے یہ زعم بھی تھا کہ وہ ناقابلِ شکست ہے۔

اس بار اس نے بہت سوچ رکھا تھا۔ وہ اپنے اس ناقابلِ شکست ہونے کی حیثیت کو برقرار رکھنا چاہتا تھا۔ جیت جانے کا خمار بہت سارے لوگ کو پاگل کر دینے کے لئے کافی ہوتا ہے۔ لیکن یہ نہیں جانتے کہ شکست کے اندر جیت اور جیت کے اندر ہار پڑی ہوتی ہے۔ بس اسے دیکھنے کے لئے نگاہ چاہئے۔

اس وقت میدان میں موجود ہر ذی روح کا دورانِ خون تیز ہو گیا، جب منصفین میدان میں آ گئے۔ یہ مقابلہ شروع ہونے جانے کا علامت تھا۔ تماشائیوں کا شور بلند ہوا اور پھر آہستہ آہستہ خاموشی چھانے لگی۔ یہاں تک کہ جیسے آواز سلب ہو گئی ہو۔ بپھرا ہوا ہجوم سماعت بن گیا۔ منصف میدان کے درمیان میں آ گئے تھے۔ انہوں نے شہہ زوروں کو میدان میں آ کر مقابلہ کرنے کی دعوت دے دی۔ تبھی پورے ہجوم کی نگاہیں رام گڑھ والوں کی جانب اُٹھ گئیں۔ یہی وہ خمار آلود لمحہ تھا، جس کا نشہ سارا سال رہتا تھا، اسی خمار میں ٹھاکر رام دیال رائے نے پورے کروفر کے ساتھ پورے پنڈال پر نگاہ دوڑائی۔ کوئی باہر نہ نکلا تو اس نے اپنے اس شہہ زور کو میدان میں جانے کا اشارہ کیا، جو اس کے اشارے کا منتظر تھا۔

شہہ زور تیزی سے میدان کی جانب لپکا۔ ایک ہاتھ میں ڈھال اور دوسرے ہاتھ میں تلوار لہراتا ہوا، بجرنگ بلی کی جے کے نعرے لگاتا ہوا، وہ اس مقام تک چلا گیا، جو میدان کے وسط میں تھا۔ وہیں منصف بھی کھڑے تھے۔ وہ شہہ زور اپنی چمکتی ہوئی تلوار اور نقش و نگار والی ڈھال کے ساتھ بجرنگ بلی کے نعرے لگاتا پورے پنڈال کو للکار رہا تھا۔ مگر اس کے مقابلے میں کوئی بھی نہیں نکل رہا تھا۔ کسی طرف سے بھی کوئی شمشیر زن تلوار سونت کر مقابلے کے لئے میدان میں نہیں نکلا تھا۔ شہہ زور کی ہر للکار ٹھاکر رام دیال رائے کو ایسا نشہ دے رہے تھے۔ جو پرانی سے پرانی شراب بھی نہیں سکتی تھی۔ اس کا نشہ وہی محسوس کر سکتا ہے، جس نے ایسا احساس پایا ہو۔ اس نے بڑے غرور کے ساتھ اپنی دائیں مونچھ کو انگلیوں کی پور سے مسلا۔ فتح مندی کا نشہ سب نشوں پر بھاری ہوتا ہے۔ اور یہی لمحات اس کے دماغ کو خمار آلود کر رہے تھے۔

پنڈال میں سے کوئی بھی باہر نہیں آیا تھا۔ جبکہ اس مقابلے کے لئے اعلان پر اعلان کیا جا رہا تھا۔ ٹھاکر رام دیال رائے کی مسکراہٹ مزید گہری ہوتی جا رہی تھی۔ کیونکہ اس کے دماغ پر فتح مندی کا نشہ چڑھتا چلا جا رہا تھا۔ یہاں تک کہ وہ اسی خمار میں جھوم گیا۔ ایک طرح سے وہ پورا

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

علاقہ اپنے تئیں کر چکا تھا۔ پورے علاقے نے یہ مان لیا تھا کہ رام گڑھ والوں سے کوئی مقابلہ نہیں ہے۔ میدان میں للکارنے والے شہہ زور کے ہر نعرے کے ساتھ ٹھاکر رام دیال رائے کا یہ احساس بڑھتا چلا جا رہا تھا۔ پنڈال میں بھی یہ سرگوشیاں ہونے لگیں تھیں کہ اب ان کے مقابلے میں کوئی نہیں اُترے گا۔ دن ڈھل رہا تھا۔ ٹھاکر رام دیال رائے کی گردن مزید تن گئی تھی کہ کوئی بھی ان کے مقابلے میں نہیں اترے گا۔ اب فقط منصفین کی طرف سے فتح مندی کے رسمی اعلان ہونا تھا۔ ایسا پہلی بار ہوا تھا کہ کوئی ان کے مقابلے میں نہیں آیا تھا۔ انہی فتح مندی اور سنسنی خیز لمحات میں ٹھاکر رام دیال رائے نے دماغ میں موجود خیال کے اظہار کا فیصلہ کر لیا۔

پورے علاقے میں دھاک بٹھانے کا یہ سب سے بہترین موقعہ تھا۔ اس طرح ہمیشہ کے لئے یہ مقابلہ وہ اپنے نام کر لے گا۔ یوں پورے علاقے میں اس کے نام کا ڈنکا بج جائے گا بلکہ پھر جس سے جو چاہے گا اپنی بات منوا لے گا۔ اس کے اندر کا راجپوت پوری طرح سے جاگ گیا تھا۔ تبھی وہ اپنی کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا۔ منصفوں نے بھی اس کی جانب دیکھا تو ٹھاکر رام دیال رائے نے کہنا شروع کیا۔ وہ جو کہہ رہا تھا، اس کی آواز کو اعلان کرنے والے پورے پنڈال تک پہنچا رہے تھے۔

''ٹھاکر رام دیال رائے کو اس بات پر افسوس ہو رہا ہے کہ پورے علاقے کی جنتا میں سے کوئی بھی نہیں ہے جو رام گڑھ کے شہہ زوروں سے مقابلہ کر سکے۔ ٹھاکر جی اعلان کرتے ہیں کہ چاہے کوئی ہار بھی جائے لیکن اس شہہ زور کا مقابلہ کرے تو اسے دُوگنا انعام دے دیا جائے گا۔''

اس اعلان کے ساتھ ہی پورے پنڈال میں بھنبھناہٹ شروع ہوگئی۔ مگر کافی دیر تک کوئی بھی مقابلے کے لئے نہیں نکلا۔ تب ٹھاکر رام دیال رائے کی طرف سے اگلا اعلان کیا گیا۔

''اگر کوئی شہہ زور اس زعم میں نہیں نکلتا کہ اس کے ہاتھوں رام گڑھ کا شہہ زور نہ مارا جائے تو یہ اعلان کیا جاتا ہے کہ وہ ڈرے، اسے خون معاف ہوگا بلکہ فتح مندی کی صورت میں سوگنا انعام دیا جائے گا۔''

یہ اعلان پورے پنڈال میں گونج گیا۔ مگر حیرت یہ تھی کہ کوئی بھی میدان میں نہیں نکلا۔ ٹھاکر رام دیال رائے میدان مار لینے کے خمار میں جھومنے لگا۔ تبھی اس نے وہ اعلان کر دیا جس کے بارے میں اس نے فیصلہ کر لیا تھا۔

''اگر کوئی شہہ زور مقابلہ کرنے کہ ہمت نہیں رکھتا تو پورا علاقہ یہ مان لے کہ ٹھاکر رام دیال رائے کی برابری کرنے والا کوئی نہیں ہے۔ یہ انہی کی شان ہے کہ وہ مقابلہ جیت کر جا رہے ہیں۔ اب یہاں کبھی شمشیر زنی کا مقابلہ نہیں ہوگا۔ یہ جگہ جہاں یہ میلہ لگا ہوا ہے، اب ٹھاکر رام دیال رائے کی ملکیت ہے۔ تاکہ یاد رہے کہ یہ میدان ٹھاکر رام دیال رائے جیت چکے ہیں۔ اس اعلان کے بعد بھی اگر کسی میں ہمت اور جرات ہے، کسی کے خون میں جوش آیا ہے تو وہ سامنے آسکتا ہے۔''

یہ اعلان کیا ہونا تھا کہ پورے پنڈال میں سراسیمگی پھیل گئی۔ جہاں عوام حیرت زدہ رہ گئے تھے وہاں جاگیردار، بڑے زمیندار اور بااثر لوگوں کو ٹھاکر رام دیال رائے سے اس قدر رعونت کی امید نہیں تھی۔ اس نے کھیل کو جنگ میں بدل دیا تھا۔ نفرت، حسد، ناامیدی اور بے بسی جیسے جذبات سے فضا بوجھل ہوگئی تھی۔ ٹھاکر رام دیال رائے ان جذبات اور بوجھل فضا سے بے نیاز فاتحانہ نگاہوں سے یوں دیکھ رہا تھا جیسے وہ سبھی اسی کی

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

رعیت ہوں۔ طاقت کا نشہ سر چڑھ کر بول رہا تھا۔ اس سے پہلے کہ وہ کرسی پر بیٹھ جاتا اور منصف اس کی فتح مندی کا اعلان کر دیتے، پنڈال میں سے ایک شخص باہر آ گیا۔ اس کے ہاتھ میں ایک چمکتی ہوئی تلوار تھی جسے وہ لہراتے ہوئے دھیرے دھیرے قدموں سے آگے ہی آگے اسی طرف بڑھتا چلا گیا، جہاں منصف کھڑے تھے۔ انہی کے پاس رام گڑھ کا شہہ زور کھڑا اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اسے دیکھتے ہوئے سارے پنڈال کو سانپ سونگھ گیا۔ حیرت بھری نگاہیں اس پر جم گئیں۔

اس شخص کے ہاتھ میں تلوار تھی۔ جسے وہ لہرا نہیں رہا تھا بلکہ تلوار اس نے یوں پکڑی ہوئی تھی جیسے اسے ہتھیار سے زیادہ خود پر اعتماد ہو۔ وہ لمبا تڑنگا تھا، اس نے لمبا کرتا پہنا ہوا تھا اور دھوتی باندھی ہوئی تھی۔ چہرہ سیاہ داڑھی سے مزین تھا۔ سر کے سیاہ دراز گیسو اس کے کاندھوں تک پھیلے ہوئے تھے۔ پہلی نگاہ میں یہ معلوم نہیں ہو پا رہا تھا کہ وہ کس مذہب سے تعلق رکھتا ہے، اور کس علاقے کا ہے۔ اس کا چہرہ دمک رہا تھا۔ وہ جس طرح قدم بڑھاتا جا رہا تھا۔ ٹھاکر رام دیال رائے کو اس کے بڑھتے ہوئے قدم کامیابی کے زینے سے نیچے دھکیل رہے تھے۔ اُترتا ہوا نشہ بڑا اذیت ناک ہوتا ہے۔ وہ ایسی ہی اذیت سے دوچار ہو گیا۔ وہ اپنے دشمن کی طرف پوری طرف متوجہ تھا، وہ یہ دیکھ ہی نہیں پایا کہ پنڈال کا ماحول بدل گیا ہے۔

تماشائیوں میں سے کسی کو بھی امید نہیں تھی کہ مقابلہ ہوگا۔ سارے لوگ اس پر حیران تھے کہ جس کا نہ تو حلیہ شہہ زوروں جیسا ہے اور نہ ہی اس کے ہاتھ میں ڈھال تھی۔ پھر بھی وہ اس خطرناک مقابلے کے لئے میدان میں اتر آیا تھا۔ وہ اپنا دفاع کیسے کرے گا؟ وہ کہیں سے بھی ماہر شمشیر زن نہیں لگتا تھا۔ مگر۔! یہ حقیقت تھی کہ وہ مقابلے پر اُتر آیا تھا اور اس جگہ پہنچ چکا تھا جہاں اس کے سامنے اس کا حریف کھڑا اسے نظروں ہی نظروں میں تول رہا تھا۔ منصف بھی اسے دیکھ کر حیران تھے۔ ان کے گمان میں بھی نہیں تھا کہ کوئی اپنی موت کو دعوت دینے کے لئے میدان میں اتر آئے گا۔ بظاہر ان دونوں میں کوئی مقابلہ نہیں لگتا تھا مگر نووارد شمشیر زن ان کے درمیان اعتماد سے کھڑا تھا۔ ہر جانب پھر سے سکوت طاری ہو گیا تھا۔ تبھی ایک بزرگ منصف نے اس کی طرف دیکھ کر کہا۔

''جوان۔! تم بنا ڈھال کے مقابلے کے لئے آ گئے ہو، تمہیں احساس نہیں کہ تلوار زخم بھی لگاتی ہے؟''

''بے شک تلوار زخم ہی لگاتی ہے، لیکن سارے زخم دکھائی نہیں دیتے۔ میں جانتا ہوں کہ میں نے کیا کرنا ہے۔ آپ مقابلہ شروع کروائیں۔'' اس نے انتہائی اعتماد سے کہا تو بوڑھے منصف نے کہا

''پھر بھی ہم تمہیں ڈھال مہیا کر سکتے ہیں تاکہ مقابلہ برابری میں ہو۔''

''میں سہاروں کا قائل نہیں ہوں۔ آپ مقابلہ شروع کروائیں۔'' نووارد نے اعتماد سے کہا تو کسی کی سمجھ میں اس کی بات نہیں آئی۔ بوڑھا منصف چند لمحے اس کی طرف دیکھتا رہا اور پھر اس نے مقابلہ شروع کرنے کا اشارہ کر دیا۔

دونوں حریف آمنے سامنے تھے۔ اشارہ پاتے ہی ان کے جسموں میں بجلی کوند گئی۔ رام گڑھ کے شہ زور نے بجرنگ بلی کا نعرہ لگایا اور تلوار بازی کے جوہر دکھاتا ہوا آگے بڑھا۔ نووارد کی نگاہ تلوار پر نہیں حریف پر تھی۔ پورا ہجوم یوں خاموش تھا جیسے ان کی سانسیں رُک گئیں اور ہوا کی سنسناہٹ تیز ہو گئی ہو۔ رام گڑھ کے شہ زور نے پوری قوت اور جولانی سے حملہ کیا، جسے نووارد نے انتہائی مہارت سے روک لیا۔ پھر پے در پے وار روکتے

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

ہوئے وہ حریف سے پسپا ہوتا رہا۔ جیسے حریف کی طاقت کا اندازہ کر رہا ہو۔ وہ کچھ دیر دفاعی حالت میں رہا اور رام گڑھ کے شہ زور کو اپنی مرضی سے میدان میں گھماتا رہا۔ ٹھاکر رام دیال رائے سمجھ رہا تھا کہ نووارد جو چاہ رہا ہے، وہی ہو رہا ہے۔ لیکن عام عوام کو لگ رہا تھا کہ وہ ابھی زخم کھا کر گرے گا تو اٹھ نہیں پائے گا۔ حیرت انگیز طور پر دونوں میں سے کسی کو زخم نہیں آیا تھا۔

ٹھاکر رام دیال رائے یہ سارا تماشہ دیکھ رہا تھا۔ اس کی عقل یہ تسلیم کر چکی تھی کہ نووارد ماہر تلوار باز ہے۔ جو پینترے اس نے دکھائے تھے، وہ اسے بھی نہیں آتے تھے۔ لیکن وہ تو اس احساس کے ساتھ تلملا رہا تھا کہ نووارد نے آ کر نہ صرف اس کے غرور کو خاک میں ملا دیا تھا بلکہ جن عزائم کا وہ اعلان کر چکا تھا، اُن پر بے دردی سے لکیر پھر گئی تھی۔ انتہائی ندامت کے احساس اور بڑھتے ہوئے غصے کے ساتھ اس کے اعصاب تن گئے۔ ادھیڑ عمری میں شکست کا یہ تھپیڑا وہ سہہ نہیں پا رہا تھا۔ جوش مارتے ہوئے خون میں شرمندگی کی ٹھنڈک نے اس کے جسم کو تڑخا کر رکھ دیا تھا۔ اس نووارد نے میدان میں قدم رکھتے ہی راجپوتی فخر اور انا پر جو کاری ضرب لگائی تھی اس کے زخم نے ٹھاکر رام دیال رائے کو تڑپا کر رکھ دیا تھا۔ وہ بے حال ہو رہا تھا اور پھٹی پھٹی نگاہوں سے اس نووارد کو دیکھ رہا تھا جو اس کے شہ زور کو پسپا ہونے پر مجبور کر رہا تھا۔ تلوار بازی کے جوہر اس سے پہلے کبھی دیکھنے کو نہیں ملے تھے کہ بنا ظاہری زخم لگائے وہ حریف کو ناچنے پر مجبور کر رہا تھا۔ لمحہ بہ لمحہ میدان کا رنگ بدل رہا تھا۔ ان جاگیرداروں اور زمینداروں کی طرف سے نووادر کے حق میں نعرہ بازی شروع ہو گئی تھی جو کبھی رام گڑھ والوں سے شکست کھا چکے تھے۔ کسی نے پہلی بار رام گڑھ والوں کو شکست سے دوچار کرنا تھا۔ عوام اس بدلتی ہوئی صورت حال میں پرجوش ہو گئے تھے۔ اسی سنسنی نے پورے ماحول میں جادو بھر دیا تھا۔ واضح شکست کے آثار نے ٹھاکر رام دیال رائے کو پاگل کر دیا۔ اب سے ذرا دیر قبل جو لوگ اس کے سامنے گردنیں جھکا چکے تھے، وہی اب اس نووارد کی وجہ سے اس کی طاقت کا مذاق اڑا رہے تھے۔ وہ اپنی عقل کھو بیٹھا، تبھی دانت پیستے ہوئے انتہائی غصے میں اس کے منہ سے اضراری انداز میں نکل گیا۔

''اسے اب مر جانا چاہیئے۔''

آواز اتنی بلند نہیں تھی لیکن اتنی دھیمی بھی نہیں تھی کہ قریب کھڑا بھانو وہ نہ سن سکے۔ بھانو واس کا وہ خاص ملازم تھا، جو پشتوں سے ان کی خدمت کرتے چلے آ رہے تھے۔ وہ ان ملازمین میں سے تھا جو اپنے مالکوں پر جاں نثار کر دیتے ہیں اور مالک کے اشاروں کو لمحوں میں سمجھ بھی لیتے ہیں۔

ٹھاکر رام دیال رائے کی نگاہیں میں برسرِ پیکار شمشیر زنوں پر لگی ہوئیں تھیں۔ نووارد بلا کا پھرتیلا ثابت ہوا تھا۔ اس نے کئی ایسے وار بھی بچائے تھے کہ اگر ڈھال بھی ہوتی تو بچ نہ پاتا۔ بعض اوقات تو صاف لگ رہا تھا کہ وہ جان بوجھ کر اپنے حریف کو تھکا رہا ہے۔ ورنہ ایسے مرحلے بھی آئے تھے کہ جب وہ فیصلہ کن وار کر سکتا تھا۔ پھر اچانک نووارد نے اپنی تلوار بلند کی اور اگلے ہی لمحے رام گڑھ کے شہ زور کی ڈھال دو ٹکڑوں میں تقسیم ہو گئی۔ ایک ٹکڑا شہ زور کے ہاتھ میں رہ گیا اور دوسرا دور جا کر گرا۔ تلوار زنی کے مقابلے میں ایسا منظر پہلے کبھی نہیں دیکھا گیا تھا۔ شہ زور نے حیرت کی انتہاؤں پر جا کر اس گرے ہوئے ٹکڑے کو دیکھا، یہی لمحہ اس پر بھاری تھا، نووارد نے اپنی تلوار کی نوک اس کی شہ رگ پر رکھ دی۔

پورے پنڈال میں شور مچ گیا۔ اس شور میں رام گڑھ والوں کی انتہائی ہزیمت کی خوشی زیادہ تھی۔ بظاہر مقابلے کا فیصلہ ہو چکا تھا جو بلاشبہ نووارد کے حق ہی میں ہونا تھا۔ انہی لمحات میں عوام نے دیکھا ایک سنسناتا ہوا تیر آیا اور اس نووارد کے دائیں کاندھے میں پیوست ہو گیا۔ اس

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

ہاتھ میں نووارد نے تلوار پکڑی ہوئی تھی۔اس سے پہلے کہ کسی سمجھ میں بھی وہ بات آتی، ہر طرف سے ہجوم میدان میں ٹوٹ پڑا۔ ہر بندہ یہ سمجھ گیا تھا کہ اپنی شکست سے بچنے کے لئے رام گڑھ والوں نے کیا ہے۔ ورنہ مقابلہ تو نووارد جیت ہی گا تھا۔

پہلے تو ٹھاکر رام دیال رائے کو خود سمجھ میں نہیں آیا کہ یہ کیا ہوا، مگر جیسے ہی اسے پتہ چلا کہ یہ تیر بھانو دے چلایا ہے تو اس کے اندر خوشی کی لہر دوڑ گئی۔اب وہ اس مقابلے کو ادھورا ثابت کر سکتا تھا۔ کیونکہ ہارنے سے بہتر ہے مقابلہ ادھورا رہ جائے۔ جہاں ہجوم کے میدان میں آجانے سے وہ گھبرا گیا تھا وہاں وہ یہ بھی سوچ رہا تھا کہ انہیں واضح شکست نہیں ہوئی۔ یہ فقط اس کی خود کو ڈھارس تھی۔ ورنہ وہ بھی جانتا تھا کہ اسے شکست ہو چکی ہے۔اس کی عقل کہہ رہی تھی کہ اب یہاں سے نکل جانا چاہیے۔ ورنہ بپھرا ہوا ہجوم کچھ بھی کر سکتا ہے۔اسے اچھی طرح یہ معلوم تھا کہ اس کے مخالفین حاسدین کے کارندے بھی ہوں گے جو انہیں ناقابلِ تلافی نقصان پہنچا سکتے ہیں۔مگر اس کی راجپوتی انا اسے ایسا کرنے سے روک رہی تھی۔ وہ ہمیشہ سے مرد میدان رہا تھا۔ یوں پیٹھ دکھا کر بھاگنا نہیں چاہتا تھا، ورنہ سارہ عمر کے لئے اس پر دھبہ لگ جاتا۔اس کے ملازمین نے اسے گھیرے میں لے کر تلواریں سونت لیں تھیں۔ دو بندے توڑے دار بندوقیں لے کر اس کے اردگرد کھڑے ہو گئے تھے۔ فائر کے لئے وہ توڑے ڈال چکے تھے۔ کچھ دیر تک ہجوم میدان میں رہا، پھر آہستہ آہستہ چھٹنے لگا۔ ہر بندہ حیران اور پریشان تھا کہ تیر کھایا ہوا تلوار باز کدھر گیا؟ وہ انہیں دکھائی ہی نہیں دیا تھا۔ وہ اسی ہجوم میں کہیں گم ہو گیا تھا۔اسے زمین نگل گئی یا آسمان؟ وہ کہاں گیا؟ ٹھاکر رام دیال رائے سمیت ہر بندے کے ذہن میں یہی سوال تھا۔

حیران و پریشان ہجوم کسی فیصلہ کن اعلان کا منتظر تھا۔ منصفین بھی ورطہ حیرت میں تھے کہ کیا کریں۔شکست خوردہ شہہ زور کو اس لئے انعام سے دیں کہ وہ ابھی تک میدان میں تھا یا گھائل ہوئے نووارد کو تلاش کر کے اسے انعام دیں کیونکہ وہ جیت چکا تھا۔ وہ اسی تذبذب میں تھے۔ یہ فیصلہ ہونا باقی تھا۔ وہ ابھی اس پر مشورہ کرنے کا سوچ ہی رہے تھے کہ ٹھاکر رام دیال رائے اپنے چاندی کی زین والے گھوڑے پر سوار مصاحبوں، ملازمین اور جانثاروں کے ساتھ ان کی طرف بڑھ گیا۔ وہ گھوڑے سے نہیں اترا بلکہ وہیں کھڑے کھڑے اپنی پچکی ہوئی انا کے باعث اندر ہی اندر پیچ و تاب کھاتا رہا۔اس نے منصفین کے قریب گھوڑا لے جا کر روک دیا، پھر انہیں مخاطب کرتے ہوئے بولا

''فیصلہ تو ہو چکا۔آپ میرے شہہ زور کو انعام دیں یا نہ دیں..... مگر میری طرف سے مقابلے کی ہمت کرنے والے جوان کو پہلے دوگنا انعام دینا تھا لیکن اب سوگنا انعام دینے کا اعلان کرتا ہوں، وہ آئے اور اپنا انعام لے جائے۔''

یہ کہہ کر اس نے گردن اونچی کر کے دور دور تک کھڑے لوگوں کو دیکھا۔ پھر اپنے گھوڑے کی لگامیں تھام کر چاروں طرف گھوما۔لیکن وہ نووارد کہیں نظر نہیں آیا۔ٹھاکر رام دیال رائے جانتا تھا کہ وہ سامنے آ بھی گیا تو اسے سوگنا انعام دینا اس کے لئے کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔ایسا کر کے ایک تو وہ اپنی انا کو تسکین پہنچاتے ہوئے لاشعوری طور پر اپنی طاقت کا رعب جما رہا تھا۔اور دوسرا وہ سننے والوں کو یہ پیغام دے رہا تھا کہ یہ مقابلہ اس کی حیثیت کو کم کر دینے والا نہیں ہے۔اس کے ساتھ ساتھ وہ اس نووارد کو ملنا چاہتا تھا، جس نے تلوار بازی کے ایسے جوہر دکھائے تھے کہ جس وہ خود بھی ناواقف تھا۔ کیونکہ علم اور فن کی کوئی حد ہے اور نہ کنارا۔ وہ اتنا بڑا انعام دے کر اسے اپنا گرویدہ کر لینا چاہتا تھا۔ٹھاکر رام دیال رائے کچھ دیر وہیں کھڑا رہا پھر بولا،

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

''میں جا رہا ہوں۔ اگر وہ بعد میں بھی آ کر اپنے انعام کا مطالبہ کرتو اسے بتا دیں کہ ٹھاکر رام دیال رائے کے دروازے اس پر ہمیشہ کے لئے کھلے ہیں۔ وہ جب چاہے آ سکتا ہے۔ وہ ہمارا مہمان ہوگا۔ میں اس کی جان کی حفاظت کا ذمہ لیتا ہوں۔''

اس نے یہ لفظ بڑے رعب و دبدبہ سے کہے تھے۔ اور پھر ان معززین کا ردعمل دیکھے بغیر گھوڑا موڑ لیا۔ وہ میدان سے نکلا تو اس کا رُخ رام گڑھ جانے والے راستے کی طرف تھا۔

پہلی بار ایسا ہوا تھا کہ رام گڑھ کی جانب پلٹتے ہوئے اسے جیت کے نشے کا خمار نہیں تھا۔ اس کا من ہار تسلیم کر چکا تھا مگر دماغ میں ابھی تک جیت جانے ہی کی سوچیں کلبلا رہی تھیں۔ دماغ طرح طرح کی تاویلیں اور دلیلیں دے رہا تھا کہ وہ فتح مند ہے، لیکن دل کی ایک نفی ان ساری تاویلوں پر لکیر پھیر رہی تھی۔ وہ قافلے کے ساتھ میدان سے نکل کر صحرا کے درمیان میں بنے ہوئے راستے پر ہو لیا تھا۔ ٹھاکر رام دیال رائے ان سب سے آگے تھا۔ پہلے واپسی پر وہ نعروں کی گونج میں شادیانے بجاتے ہوئے آتے تھے۔ مگر اس بار ایسا کچھ بھی نہیں ہوا تھا۔ کسی کی بھی ہمت نہیں پڑ رہی تھی کہ جیت یا ہار جانے کے بارے میں لب کشائی کرے۔ وہ بیس یا پچیس لوگ تھے اور وہ سب تیزی سے چلتے تھے۔ باقی لوگ ابھی پیچھے تھے۔ وہ اونٹوں، گدھوں اور بیل گاڑیوں میں آ رہے تھے۔

اچانک انہیں سامنے موڑ پر ببول کے درختوں کے پاس اُگی ہوئی کریر کی جھاڑی کے ساتھ ایک شخص کو بیٹھے ہوئے دیکھا۔ اس نے کالی چادر اوڑھی ہوئی تھی اور اپنا سر گھٹنوں میں دیا ہوا تھا۔ شام کے ڈوبتے ہوئے سورج کی روشنی میں بھی وہ واضح دکھائی دے رہا تھا۔ وہ سراب کی مانند دھوکہ نہیں دے رہا تھا کہ کسی کو اس کا یقین نہ آتا۔ انہوں نے دور ہی سے اس شخص کو دیکھ لیا تھا۔ اس شخص نے بھی ان کی آمد پر سر اٹھا کر نہیں دیکھا تھا۔ ٹھاکر رام دیال رائے کو یہ منظر خلاف معمول لگا۔ ایسا نہ ہو کہ وہ شخص زندہ بھی ہو اور ان کی آمد کا احساس بھی نہ کرے۔ تو پھر یہ ان کی راہ میں اس طرح کیوں بیٹھا ہوا ہے؟ اگر یہ اس طرح بیٹھا رہا تو ہمارے گھوڑوں کی ٹاپوں تلے آ کچلا جائے گا۔ یہ سوچتے ہی اس نے اپنے گھوڑے کی لگامیں کھینچ لیں اور اس شخص سے تھوڑے فاصلے پر رُک گیا۔ پھر اس نے بھانو دکو دیکھ کر کہا

''کیا میں وہی دیکھ رہا ہوں جو تو دیکھ رہا ہے؟''

''جی مالک۔! میں پتہ کرتا ہوں۔'' یہ کہتے ہوئے اس نے اپنے گھوڑے کو ایڑ لگائی اور لمحوں میں اس شخص کے پاس پہنچ گیا۔ پھر زور سے اسے مخاطب کرتے ہوئے پوچھا ''کون ہو تم، اپنا چہرہ اوپر کرو۔''

بھانو دکے اس تخاطب پر اس شخص نے اپنا سر اٹھایا، بھانو دکی طرف دیکھا اور اور پھر اسے کوئی اہمیت دیئے بغیر اسی طرح سر نیہوڑے بیٹھ گیا جیسے وہ پہلے بیٹھا ہوا تھا۔ بھانو دنے جب اس کا چہرہ دیکھا تو وہ چونک گیا۔ اس نے اسے دوبارہ دیکھنے کے لئے کئی بار پکارا مگر اس شخص میں کوئی حرکت نہیں ہوئی۔ جیسے اس کی آواز دینا نہ دینا ایک برابر ہو۔ وہ کچھ دیر کوشش کے بعد لوٹ آیا اور ٹھاکر رام دیال رائے کی طرف دیکھ کر گہرے لہجے میں بولا

''مالک۔! کوئی سادھو، سنت معلوم پڑتا ہے۔؟''

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

ٹھاکر رام دیال رائے نے اپنے بڑوں سے کئی بار سُنا تھا کہ ناگ ہو یا سادھو، سنت، ان کا راستہ نہیں کاٹنا چاہئے۔ مگر یہاں صورت حال مختلف تھی۔ سادھو، سنت اس کی راہ میں تھا، وہ بھی آدھے ادھورے راستے پر، وہ چاہتا تو اس کے پاس سے ہو کر گذر بھی سکتا تھا۔ اس کے ذہن میں اچانک ہی بہت سارے خیال آتے چلے گئے۔ جس میں یہ بات بھی تھی کہ اگر یہ سادھو سنت ہے تو پھر اس کا یہاں بیٹھنا بے معنی نہیں ہو سکتا، ضرور اس میں کوئی راز پوشیدہ ہے۔ کچھ دیر پہلے بھی تو میدان میں انہونی ہو گئی تھی۔ اگر اب یہ سادھو یہاں بیٹھا ہوا ہے تو ضرور کوئی بات ہے۔ یہ یقین کرتے ہی اس نے کہا

''تم سب ٹھہرو، میں دیکھتا ہوں۔''

''مالک اگر؟'' بھانو وہ نے کہنا چاہا تو ٹھاکر رام دیال رائے نے اس کی طرف سخت نگاہوں سے دیکھا۔ تب وہ خاموش ہو کر وہیں کھڑا رہا۔

ٹھاکر رام دیال رائے گھوڑے پر سے اُترا اور ان سب کو وہیں چھوڑ کر آہستہ قدموں سے چلتا ہوا اس شخص کے پاس جا کر رکا اور سخت لہجے میں بولا

''کون ہو تم؟ سادھو یا.....'' وہ پاکھنڈی کہنا چاہتا تھا کہ اس شخص نے اپنا سر اٹھا دیا۔ تبھی ٹھاکر رام دیال رائے پوری جان سے لرز گیا۔ یہ تو وہی نووارد تھا جس نے ابھی کچھ دیر پہلے میدان میں تلوار بازی کے جوہر دکھائے تھے۔ بھانو وہ کی پہچان میں اگر وہ نہیں آیا تھا تو میدان میں اس کے گیسو سیاہ تھی، لیکن اس وقت اس شخص کے ساری زلفیں دودھ کی مانند سفید تھیں۔ وہی تیکھا الف ناک، بڑی بڑی خمار آلود پر جلال آنکھیں، جن میں ایسا رعب موجود تھا جس کے سامنے ٹھاکر کو اپنی حیثیت ڈولتی ہوئی محسوس ہوئی۔ کشادہ پیشانی، دبدبہ ظاہر کرتا ہوا چہرہ، وہ چند لمحے ٹھاکر رام دیال رائے کی طرف دیکھتا رہا، پھر کڑکتی ہوئی آواز میں بولا

''پہچانا مجھے ٹھاکر؟ میں کون ہوں؟''

پہچان تو میں گیا ہوں..... لیکن..... جانتا نہیں کہ..... آ..... آپ ہیں کون؟''

اگر چہ اس نے بڑے حوصلے سے کہا تھا لیکن اس کی آواز کانپ گئی تھی۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ اسے ایسے صورت حال سے بھی واسطہ پڑ سکتا ہے۔

''چہرہ ہی پہچان گئی ہو تو اچھی بات ہے۔ ورنہ میری بات سمجھنے میں نجانے تجھے کتنا وقت لگتا۔ اور اس دوران تم نجانے کتنا نقصان اٹھا لیتے۔'' اس بار اس کا لہجہ تنبیہی تھا۔

''لیکن آپ ہیں کون؟'' ٹھاکر کا لہجہ مزید دھیما ہو گیا تھا۔

''یہ تم اگر چاہو بھی تو نہیں جان سکتے ہو۔ اور اگر کوشش بھی کرو گے تو الجھ جاؤ گے۔ شاید میں تیرے سامنے کبھی نہ آتا، اگر تیرے غرور اور تکبر نے تمہیں، تیری اوقات سے باہر نہ کر دیا ہوتا۔'' اس شخص کے لہجے سے اب غصہ چھلکنے لگا تھا۔

''یہ تو ہم راجپوتوں.....''

''بس آگے کچھ مت کہنا۔ کیا تم اس دھرتی کا سینہ پھاڑ سکتے ہو، یا آسمان کو چھو لیا ہے تم نے..... تم تو اتنے بے بس ہو کہ اپنی سانس کو اپنے تابع نہیں کر سکتے ہو، اور تو اور نسل کا وارث پیدا نہیں کر سکتے ہو۔'' اس کے لہجے میں تضحیک تھی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

''یہ تو بھگوان کی دیا ہوتی ہے..... منش اس میں کیا کر سکتا ہے۔'' ٹھاکر نے لرزتی ہوئی آواز میں کہا

''پھر بھی..... پھر بھی تمہیں اتنا غرور ہے؟ کیا ایک عظیم طاقت کا احساس رکھنے والا، اپنے بارے میں نہیں سوچتا ہے کہ وہ خود کیا ہے؟ کیا تم نہیں جانتے ہو کہ مٹی پتھر کی بنی ہوئی بے جان مورتیاں کسی کو اولاد دینے کی سکت رکھتی ہیں۔ بے جان تو سراپا موت ہے، اس میں زندگی کہاں، اور تم اس میں زندگی تلاش کر رہے ہو؟'' اس شخص کے لہجے میں موجود بدبے سے زیادہ اس کی بات نے دہلا کر رکھ دیا۔ اس کے ذہن میں آندھی کی طرح یہ خیال اٹھا کہ وہ تو اس کے دھرم کا اپمان کر رہا ہے۔ وہ جوش سے بولا

''آپ میرے دھرم کا اپمان نہیں کر سکتے۔'' گو بات سخت کہی لیکن لہجہ نرم تھا۔

''سچی بات سے وہی گھبراتا ہے جس کے من میں چور ہو۔ میں نے اگر سچی بات کہہ دی ہے تو اس پر یقین کرنے کی بجائے اس پر بحث کر رہے ہو؟ اتنی عقل بھی نہیں ہے کہ میری بات کو سمجھو اور اس پر غور کرو۔ ایک ذرا سی بات تم نہیں سمجھ سکے اور تجھے خود پر غرور ہے کہ جیسے کوئی بھی اس دھرتی پر تم جیسا نہیں؟'' یہ کہتے ہوئے اس شخص نے ٹھاکر کی طرف غور سے دیکھا۔ تو ٹھاکر نے بڑے مان سے کہا

''یہ دھرم باتیں ہیں، ان پر بحث، سوچنا اور سمجھنا کیسا؟ پرکھوں کی کہی ہوئی باتیں کیا غلط ہو سکتی ہیں؟''

''اس کا مطلب ہے کہ تم اب بھی اڑے ہوئے ہو۔'' یہ کہہ کر اس شخص نے ٹھاکر کی طرف گہری نگاہ سے دیکھتے ہوئے حتمی لہجے میں کہا،'' جاؤ، تمہیں عقل سمجھ دینے والا اور یہی باتیں سمجھانے والا، تیری نسل سے پیدا ہوگا۔ پھر میں تم سے آکر پوچھوں گا کہ بول، پرکھوں کی باتیں کیا ہوتی ہیں، تیرا خون تجھے بتائے گا کہ بے جان مورتی میں موت اور انسانی صورت میں زندگی پڑی ہے، جا'' ہر ادا ہوتے ہوئے لفظ کے ساتھ اُس شخص کا غصہ بڑھتا گیا تھا۔ مگر ٹھاکر کو اس کا غصہ یاد ہی نہیں رہا۔ وہ تو ان لفظوں پر چونک کر رہ گیا تھا، جو اس نے ادا کر دیئے تھے۔ وہ انتہائی حیرت سے بڑبڑایا، جیسے تصدیق کر رہا ہو

''میری نسل سے؟''

''ہاں، تیری نسل سے..... لیکن یہ یاد رکھ، تیرے غرور کا یہ حال رہا تو بہت پچھتاؤ گے۔'' اس نے سختی سے پھر تنبیہ کی۔ لیکن ٹھاکر جیسے کسی سحر میں جکڑا گیا تھا۔ وہ وہیں اڑا ہوا تھا۔ اس کے لہجے میں خوشگواریت اتر آئی تھی۔ وہ پھر سے سرسراتے ہوئے انداز میں بولا

''میری نسل سے؟''

''ہاں..... ہاں، تیری نسل سے، تجھ سے ایک صورت نے سامنے آنا ہے۔ یہ طے ہے اور لکھ دیا گیا ہے۔ کیونکہ اس میں سے بہت کچھ ظاہر ہونے والا ہے۔ لیکن سن۔! موت کا خیال، زندگی نہیں دے سکتا، جبکہ زندگی کو فقط زندگی ہی سمجھ سکتی ہے، اسے سمجھنے کی کوشش کرے گا تو ہی تو بچے گا، ورنہ نشان بھی مٹ جائے گا۔'' اس شخص نے فیصلہ کن لہجے میں کہا تو ٹھاکر نے کچھ کہنے کے لئے اپنے لب کھولے، مگر اس نے ہاتھ کے اشارے سے ٹھاکر کو روک دیا۔ اس شخص نے اپنے گرد سے لپٹی ہوئی سیاہ چادر ہٹائی تو اس کے دائیں کاندھے میں تیر اسی طرح پیوست تھا۔ اس نے اپنے دائیں ہاتھ سے وہ تیر کھینچ کر نکال لیا۔ ٹھاکر اپنی جگہ ٹھٹھک گیا تھا۔ وہ شخص چند لمحے ٹھاکر کی جانب دیکھتا رہا پھر تیر اس کی جانب بڑھا دیا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

اس شخص کے کاندھے سے خون ابلنے لگا تھا۔ تیر خون آلود تھا۔ ٹھاکر نے کانپتے ہوئے ہاتھوں سے وہ تیر پکڑ لیا تو وہ شخص اٹھ کر چل دیا۔ ٹھاکر اسے آواز دینا چاہتا تھا مگ گنگ ہو کر رہ گیا تھا۔ اس کے دل میں یہ شدت سے خواہش تھی کہ وہ شخص کو روک لے، اس سے باتیں کرے، اس سے معذرت کر لے۔ اس سے اپنی نسل کے وارث بارے باتیں پوچھے، لیکن وہ آواز دے ہی نہیں سکا۔ جبکہ وہ شخص چلتا ہوا اس کی نگاہوں سے اوجھل ہو گیا تھا۔ پھر دیکھتے ہی دیکھتے یوں ہوا کہ جیسے زمین اسے نگل گئی یا آسمان اسے کھا گیا۔ ٹھاکر کو کچھ سمجھ میں نہیں آیا۔ وہ بت بنا کتنی ہی دیر تک وہیں کھڑا رہا۔ اس کے دماغ میں ایک ہی بات گونج رہی تھی جس میں نہ صرف اس کے لئے خوشخبری تھی بلکہ ایک طرح سے تنبیہ بھی تھی۔

''جاؤ، تمہیں عقل سمجھ دینے والا اور یہی باتیں سمجھانے والا، تیری نسل سے پیدا ہوگا۔ پھر میں تم سے آ کر پوچھوں گا کہ بول، پرکھوں کی باتیں کیا ہوتی ہیں، تیرا خون تجھے بتائے گا کہ بے جان مورتی میں موت اور انسانی صورت میں زندگی پڑی ہے، جا''

ٹھاکر دیال رائے کو یہ یقین ہی نہیں ہو رہا تھا کہ یہ سب کچھ اسی پر بیت رہا ہے۔ کیا یہ حقیقت ہے یا کہ وہ سپنا دیکھ رہا ہے۔ کیا یہ خوشخبری اس کے عوض میں ملنی تھی کہ وہ اپنا غرور توڑ دے۔ یا اس کے بھاگیہ میں کچھ اور ہی تھا، یا اس کا بھگوان اس سے کچھ دوسرا چاہتا تھا۔ پہلی بار بھگوان کے نام پر اس کا دل نہیں جما تھا۔ اس کے ہاتھ میں پکڑا ہوا خون آلود تیر، اسے اس کی حقیقت سے آگاہی دے رہا تھا۔ یہ سپنا نہیں ہو سکتا تھا۔ دن کے ایک ہی پہر میں اتنا کچھ ہو جانا، کوئی معمولی بات نہیں تھی۔

''چلیں مالک۔؟''

بھانو کی آواز پر وہ بری طرح چونک گیا۔ تب اسے احساس ہوا کہ وہ کہاں کھڑا ہے۔ چند قدم کے فاصلے پر رام گڑھ کے لوگ اسی کی طرف دیکھ رہے تھے۔ بلاشبہ یہ سارا واقعہ انہوں نے بھی دیکھا ہوگا۔ وہ بھی اس کے گواہ ٹھہر گئے تھے۔ ہاتھ میں پکڑا ہوا تیر ساری کہانی بیان کر رہا تھا۔ وہ کبھی اس تیر کو دیکھتا اور کبھی لوگوں کو۔ تبھی بھانو نے آگے بڑھ کر وہ تیر اس کے ہاتھوں سے لے لیا۔ وہ آہستہ قدموں سے چلتا ہوا اپنے گھوڑے تک آیا اور اس پر سوار ہو کر چل دیا۔ تبھی قافلہ بھی اس کے ساتھ بڑھا۔ ٹھاکر دیال رائے کو محسوس ہونے لگا کہ اس کے غرور پر یونہی ضرب نہیں پڑی۔ اس کی کوئی نہ کوئی وجہ ضرور ہے۔

☆.....☆.....☆

جمال اور جسپال دونوں یوں کھڑے تھے، جیسے بُت بن گئے ہوں۔ ایک کے بعد ایک منظر بدلتا جا رہا تھا۔ اس وقت ان کے سامنے رام گڑھ کی وہ حویلی تھی، جس میں ٹھاکر دیال رائے رہتا تھا۔ وہ اس منظر میں کھو گئے۔

☆.....☆.....☆

وہ حویلی میں موجود اپنی خواب گاہ میں بڑے کروفر سے بیٹھا ہوا تھا۔ اس کی نگاہوں کے سامنے سے اس شخص کا چہرہ ہٹ ہی نہیں رہا تھا۔ یہ اس کی زندگی کا سب سے اہم اور غیر معمولی واقعہ تھا۔ جس سے اس کا غرور و تکبر خاک میں مل گئے تھے، جو اس کی موت کے مترادف تھا۔ راجپوتوں میں یہ روایت رہی تھی کہ اگر وہ میدان میں ہار جاتے تو پیٹھ دکھانے کی بجائے مر جانے کو ترجیح دیتے تھے۔ اس شخص نے تو اُسے ایسی موت

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

دے دی تھی، جو لمحہ بہ لمحہ اسے مر جانے کا احساس دے رہی تھی۔ اس کے اندر کوئی پکار پکار کر کوئی کہہ رہا تھا کہ ناجائز طریقے سے وہی جیتا کرتا ہے، جن کے بدن پر لگی مٹی ناجائز ہوا کرتی ہے۔ جیت ہار تو کھیل کا حصہ ہوا کرتی ہے۔ خرابی اس وقت پیدا ہوتی ہے جب اسے ذاتی انا کا مسئلہ بنا لیا جائے۔ یا پھر ناجائز مٹی سے بنے جسموں کی فطرت ہی یہی ہوا کرتی ہے کہ وہ اپنی قوت کے اظہار کا یہی طریقہ اپناتے ہیں۔ اس وقت جبکہ وہ میدان میں تھا اور اس نے بڑے ظالمانہ انداز میں نووارد کے بارے میں موت کی خواہش کی تھی۔ وہی لمحہ اس کے ہاتھ نہیں آ رہا تھا۔ جس کی اذیت وہ اب محسوس کر رہا تھا۔ وہ ایک خطرناک سانپ کی مانند ہو رہا تھا، جس کا زہر نکال دیا جائے۔ مجروح انا اور احساسِ شرمندگی کے ساتھ اس کا سانس لینا مشکل ہو رہا تھا۔ وہ انسان تھا، شاید اس لئے ایسا سوچ رہا تھا، ورنہ ناجائز مٹی سے بنے ایسے جذبات کی اہلیت ہی نہیں رکھتے۔

لیکن اس کے ساتھ ساتھ اس شخص نے ٹھاکر دیال رائے کو ایک ایسی اُمید سے دی تھی، جس سے وہ مایوس ہو چکا تھا۔ اس کی یہ بات تو اس کے ذہن سے نکل ہی نہیں رہی تھی کہ ''جاؤ، تمہیں عقل سمجھ دینے والا اور یہی باتیں سمجھانے والا، تیری نسل سے پیدا ہوگا۔ پھر میں تم سے آ کر پوچھوں گا کہ بول، پرکھوں کی باتیں کیا ہوتی ہیں، تیرا خون تجھے بتائے گا کہ بے جان مورتی میں موت اور انسانی صورت میں زندگی پڑی ہے، جا'' وہ جس قدر اس بات پر سوچتا اسی قدر اسے اس کی دوسری باتوں پر یقین آتا جا رہا تھا۔ اگرچہ اسے اپنے دھرم کے انوسار کچوکے ہی دے رہی تھیں لیکن اس کے ساتھ ہی مزید سوال بھی اٹھ رہے تھے۔ اس شخص کی یہ بات کہ ''پھر بھی..... پھر بھی تمہیں اتنا غرور ہے.....؟ کیا ایک عظیم طاقت کا احساس رکھنے والا، اپنے بارے میں نہیں سوچتا ہے کہ وہ خود کیا ہے؟ کیا تم نہیں جانتے ہو کہ مٹی پتھر کی بنی ہوئی بے جان مورتیاں کسی کو اولاد دینے کی سکت رکھتی ہیں۔ بے جان تو سراپا موت ہے، اس میں زندگی کہاں، اور تم اس میں زندگی تلاش کر رہے ہو؟'' اسے تکلیف تو دے رہیں تھیں، لیکن وہ یہ بھی سوچ رہا تھا کہ دوسرا کون ہے جو اولاد دیتا ہے؟ میں اگر اپنے دھرم کے انوسار انہی دیوی دیوتاؤں کو اولاد دینے والا سمجھتا ہوں تو پھر میں بے اولاد کیوں ہوں؟ جن سے میں نے اولاد مانگی، کیا وہ اس قدر بے بس ہیں کہ میری نسل کا وارث مجھے نہیں دے سکتے ہیں؟ میری بیوی جیوتیکا کی گود نہیں بھر سکتے ہیں؟ جبکہ وہ تو دیوانوں کی مانند پرارتھنا کرتی ہے۔ ہم نے ہر طرح کی بھینٹ دی ہے، کیا کسی دیوی دیوتا نے کچھ بھی سویکار نہیں کیا؟ آخر کیوں؟ کیا کمی کوتاہی ہے؟ کیا میرے بھاگیہ میں ایسا لکھ دیا گیا ہے، اگر ایسا لکھ دیا گیا ہے تو کس دیوی یا دیوتا نے لکھا ہے، کیا میں اس لئے بے اولاد ہوں کہ جس نے لکھا اسے میں نہیں جانتا ہوں؟ سوالوں کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہو گیا تھا۔

یہ سوچ یہیں رُک جاتی تو ایک نیا سلسلہ دراز ہو جاتا کہ وہ شخص کیسی شکتی رکھتا تھا؟ تبھی وہ سارے منظر اس کی نگاہ میں گھوم جاتے۔ اس کی تلوار بازی کے جوہر، ایک ہی وار میں ڈھال کو دو ٹکڑے کر دینا، اس کے چہرے کا جلال، میدان میں جوان رعنا، اور راستے میں بوڑھا، مگر چہرہ اتنا ہی پرکشش، دمکتا ہوا جیسے ماہتاب، اور اس وقت تو وہ کانپ کر رہ گیا تھا جب اس نے تیر نکال کر اسے تھما دیا تھا، اس کی ہمت نہیں پڑی تھی کہ اسے روک سکے۔ انہی شکتیوں کا رعب تھا کہ وہ اس شخص کی بات پر ذہن اور دل گواہی دے رہا تھا کہ وہ سچ کہہ رہا تھا۔ کسی بھی زیرک اور اور عقل مند شخص کے کسی بھی قسم کی بے بسی باعث سکون نہیں ہوتی۔ اس کے دماغ پر وہی شخص حاوی تھا اور بے چینی تھی کہ ختم ہونے ہی میں نہیں آ رہی تھی۔

وہ انہی سوچوں میں الجھا ہوا تھا کہ اس کی پتنی جیوتیکا اس کے پاس آ گئی۔ اور بڑی محبت سے اس کے پاس بیٹھ کر بولی

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

''ایک بات پوچھوں ناتھ؟''

''ہاں۔! پوچھو۔'' اس نے ہنکارا بھرنے والے انداز میں کہا۔ ٹھاکر دیال رائے کی سنجیدگی کم ہی نہیں ہو پائی تھی۔

''میلہ ختم ہوئے کئی دن ہو گئے ہیں۔ میں نے دیکھا ہے کہ جب سے آپ واپس آئے ہیں، آپ کو چپ لگ گئی ہے۔ نہ ہنستے ہیں اور نہ ہی بات کرتے ہیں۔ بس ہر وقت کھوئے کھوئے سے رہتے ہیں۔ ایسا کیوں ہے ناتھ؟'' جیوتیکا نے بہت مان اور محبت سے پوچھا تو ٹھاکر دیال رائے نے ایک طویل سانس لی اور بولا

''ہاں جیوتیکا، ایک ایسا انہونا واقعہ ہوا ہے کہ جسے میں چاہتے ہوئے بھی اپنے دماغ سے نہیں نکال پا رہا ہوں۔''

''ایسا کیا ہو گیا ہے ناتھ؟'' گھبرائے ہوئے انداز میں بولی تو ٹھاکر یال رائے نے اس کی طرف دیکھا، پھر چند لمحوں تک یونہی دیکھتا رہا۔ جیسے وہ اس کی بات کا جواب دینا چاہ رہا ہو لیکن اسے لفظ نہیں مل رہے ہوں۔ تب جیوتیکا نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر پیار سے اپنی بات دہرائی تو جیسے اسے ہوش آ گیا۔ اس نے آہستہ آہستہ ساری بات سنا دی۔ پھر اپنی خواب گاہ کی دیوار پر سجائے اس تیر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا

''یہ وہی تیر ہے جیوتیکا۔! وہ شخص میرے دماغ سے نہیں نکل رہا ہے۔ ایک طرف اس نے مجھے موت دے دی۔ میرا غرور، میرا تکبر، میری تمکنت اور میری شان اس نے اپنے پاؤں تلے مسل دی۔ اور یہی ایک راجپوت کی موت ہوتی ہے۔ مجھے وہیں خودکشی کر لینی چاہیئے تھی۔ لیکن۔! اسی زبان سے اس نے مجھے جیون بھی دان کر دیا ہے۔ اس پر مجھے غصہ بھی بہت آ رہا ہے اور اس کی بات پر یقین کر لینے کو دل بھی چاہتا ہے۔ لیکن.....''

''لیکن کیا ناتھ؟'' جیوتیکا تیزی سے بولی

''میں ڈرتا ہوں۔'' وہ شرمندہ لہجے میں پوچھا

''آپ ناتھ..... آپ ڈرتے ہیں۔ مگر کس سے؟'' اس نے حیران کن لہجے میں پوچھا

''اپنے آپ سے..... اپنے بھاگیہ سے اور.....'' وہ یوں بولا جیسے اپنے آپ سے لرز گیا ہو۔ تو وہ بھی ڈولتے ہوئے لہجے میں بولی

''میری تو سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا ہے ناتھ، بھگوان کی سوگند، میں مر جاؤں گی اگر آپ نے اپنی بات مجھ سے نہ کہی۔ کیوں ڈرتے ہیں آپ؟ کیا ہو گیا ہے؟ آپ تو بھگوان سے بھی لڑنے کی جرات رکھتے ہیں۔ تو پھر بھی؟''

''تم غلط نہیں ہو جیوتیکا۔! لیکن یہ سوچو، میرے غرور کو مٹی میں ملا دینے والا، مجھے میری نسل کے وارث کا اعلان بھی کر رہا ہے۔ میں کہتا ہوں یہ سب ہوا کیوں؟'' اس کا لہجہ دل دہلا دینے والا تھا جیسے کوئی مرتے ہوئے زندگی کی بھیک چاہ رہا ہو۔

''آپ.....'' اس نے کہنا چاہا مگر ٹھاکر دیال رائے نے اس کی سنی ان سنی کرتے ہوئے کہا

''اسی برس گرمیوں میں مجھ سے بہت بڑی بھول ہو گئی تھی۔ رام گڑھ میں ایک ہی گھر مسلمانوں کا تھا۔ اور اس کے پریوار میں صرف تین لوگ تھے۔''

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

''ہاں میں جانتی ہوں۔ وہ کسان ہے، اور ان گرمیوں میں ان کی فصل کو آگ.....'' یہ کہتے ہوئے جیوتیکا بری طرح چونک گئی۔ اور پھر حیران کن نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا تو وہ یاس بھرے لہجے میں بولا

''وہ آگ میں نے لگوائی تھی۔''

''کیوں ناتھ، کیوں؟'' وہ حیرت سے بولی

''تا کہ وہ ایک ایک دانے کو محتاج ہو جائے۔ وہ میرے پاس آ کر گڑگڑائے، مجھ سے بھیک مانگے یا پھر یہاں سے چلا جائے۔'' وہ حسرت سے بولا

''آپ نے ایسا کیوں کیا ناتھ؟'' اس نے پوچھا

''وہ رام گڑھ میں ایک ہی پریوار تھا۔ میں چاہتا تو ان تینوں کو رات کے اندھیرے میں قتل کر دیتا، یا پھر انہیں یہاں سے بھاگ جانے پر مجبور کر دیتا۔ مگر اس طرح بات پورے علاقے میں پھیل جاتی۔ میں جانتا ہوں کہ علاقے میں اتنے سے مسلمان ہیں جو سب مل کر بھی میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے ہیں۔ میں نے ایسا کرنے کے لئے عقل کا استعمال کیا۔ میں نے اس کے کھیتوں کو آگ اس لئے لگوئی تھی کہ وہ دانے دانے کو محتاج ہو کر میرے پاس آئے اور میں اس کی زمین منہ مانگے دام دے کر خرید لوں اور اسے یہاں سے چلے جانے پر مجبور کر دوں۔''

''لیکن ایسا ہوا نہیں ناتھ۔ وہ پریوار تو اب بھی رام گڑھ میں موجود ہے۔ وہ آپ سے مدد مانگنے بھی نہیں آیا۔'' جیوتیکا نے تیزی سے کہا

''ہاں ایسے ہی ہوا ہے۔ معلوم نہیں وہ اپنا جیون کیسے بتا رہے ہیں۔ وہ میرے پاس ہی نہیں کسی کے پاس بھی مدد مانگنے نہیں گئے۔ میں نے سوچا تھا کہ میں میلے سے آنے کے بعد اس کو خود بلاؤں گا اور اسے یہاں سے چلے جانے پر مجبور کر دوں گا۔'' ٹھاکر نے حسرت سے کہا

''آخر کیا بگاڑا تھا انہوں نے، جو آپ نے انہیں یہاں نہیں رہنے دینا چاہ رہے ہیں۔ وہ تو کسی سے کچھ کہنے کی ہمت ہی نہیں رکھتے، یہ تو دو برس پہلے یہاں آئے ہیں، ان تو اتنا اثر بھی نہیں ہے؟'' جیوتیکا نے پوچھا

''یہ معاملہ دھرم کا بھی ہے جیوتیکا۔! پنڈت چرن جی لعل نے مجھ سے کہا کہ یہ مسلمان ملیچھ ہوتے ہیں۔ شودروں کی مانند، انہی کا منحوس سایہ اس علاقے پر ہے کہ انہی دو برسوں میں نہ بارشیں ہوئیں ہیں اور نہ فصلیں اچھی ہوئیں ہیں اور یہ علاقے میں انہی مسلوں کی نحوست ہے کہ میرے ہاں وارث پیدا نہیں ہو رہا ہے۔'' یہ کہہ کر وہ لمحہ بھر کے لئے خاموش ہوا اور پھر کہتا چلا گیا'' کیا کروں جیوتیکا، جب میں تیری طرف دیکھتا ہوں، اتنے سال کی رفاقت..... اپنی وراثت اور ایک بیٹے کی خواہش ، مجھے پاگل کر دیتی ہے۔ تم ہی بتاؤ، ہم نے کیا کچھ نہیں کیا۔ کس مندر میں نہیں گئے، کہاں کہاں ماتھا نہیں ٹیکا، یہاں تک کہ کمبھ کے میلے میں بھی گئے، کتنے سادھو، سنتوں سے پرارتھنا کروا کے دیکھ لی، کتنے پیڑوں پر تم نے سوت نہیں باندھا، گاؤ ماتا کی پرارتھنا تم اب بھی کرتی ہو، یہاں مندر بنوایا، کیا ہم نہیں جانتے کہ ہم میں ایک بیٹے کی خواہش کتنی شدید ہے۔ کیا ہم نہیں چاہتے کہ بھگوان ہم پر دیا کرے۔'' ٹھاکر کے لہجے میں مایوسی گھلی ہوئی تھی۔

''چاہتے ہیں، کیوں نہیں چاہتے۔ اگر پنڈت جی نے کہا ہوگا تو ٹھیک ہی کہا ہوگا۔ انہیں یہاں سے نکال دیں، ان کا جو نقصان ہوا، اس

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

سے زیادہ انہیں دے دیں۔ آپ نراش نہ ہوں۔ شاید بھگوان ہماری کٹھنائی اس طرح دور کردے۔'' وہ بھی اس کی ہمنوا بن گئی۔ ٹھاکر خاموش رہا تھا تو وہ بولی، ''آپ میری بات مان لیں نا ٹھ۔''

''نہیں شاید میں مُنسلے پریوار کے ساتھ ایسا کچھ نہیں کر پاؤں گا۔'' اس نے دھیمے سے لہجے میں کہا

''کیوں؟'' وہ حیرت سے بولی

''مجھے لگتا ہے جیوتیکا، جیسے اس مُنسلے پریوار کو ستانا ہی میرا دوش ہے۔ پنڈت نے جو کہا اس کا الٹ ہو رہا ہے۔ اس بندے کی شکتی میں اپنے آنکھوں سے دیکھی ہے۔ وہ کوئی سپنا نہیں، حقیقت تھی، اگر اب بھی میں نے آنکھیں بند رکھیں تو پتہ نہیں کیا ہو جائے گا۔''

''کیا ایسا کر کے دھرم بھرشٹ نہیں ہوگا؟'' جیوتیکا نے حیرت سے لرزتے ہوئے کہا

''کیا دھرم اور کیا اُدھرم، یہ تو کچھ اور ہی دکھائی دیتا ہے۔ ہمارے بھاگیہ میں کیا ہے، اُوش ہم کیا جانیں۔'' ٹھاکر نے کھوئے ہوئے لہجے میں سامنے ٹنگے ہوئے تیر کی طرف دیکھ کر کہا تو جیوتیکا نے اپنا سر جھکا لیا۔ کچھ دیر سوچتے رہنے کے بعد بولی

''تو کیا کریں گے آپ؟''

''ہمیں اس مُنسلے پریوار سے شما مانگنی ہوگی۔'' ٹھاکر نے کہا تو جیوتیکا کو یوں لگ اجیسے ساری راجپوتی انا مٹی کا ڈھیر ہوگئی ہے۔ اس کے من میں بھی ایک طوفان اٹھا اور پھر لمحوں میں وہاں شانتی آگئی۔ اس نے یوں کہا جیسے اپنی موت مرتے ہوئے زندگی چاہ رہی ہو۔

''اگر یہ راز ہی رہے تو.....؟'' اس نے کہا تو ٹھاکر نے آہستگی سے سر کو ہلا دیا۔ جیوتیکا نے محسوس کیا کہ ٹھاکر نے یہ فیصلہ کر لیا ہے تو اس کے چہرے پر امید کے چراغ روشن ہو گئے ہیں۔

☆.....☆.....☆

وہ سہانی شام بڑی دلکش تھی۔ مغربی اُفق پر جھکتا ہوا سورج اپنی طلائی کرنیں زمین پر نچھاور کر رہا تھا۔ گہرے نیلے آسمان پر تیرتے ہوئے سفید بادل بسنتی رنگ میں رنگے ہوئے تھے۔ ذرا دیر پہلے ساکت ہو جانے والی ہوا، یوں چل رہی تھی جیسے وہ خمار آلود ہو۔ موسم بہار کے شروع میں جو بارشیں ہوئیں تھیں، انہوں نے رام گڑھ کے اس صحرائی علاقے کی فضا کو شفاف بنا دیا ہوا تھا۔ یوں پورے ماحول میں مست کر دینے والی سوندھی سوندھی مہک رچی ہوئی تھی۔ لہلہاتی فصلوں سے لیکر درختوں تک کے رنگ نکھرے ہوئے تھے۔ ایسی خوشگوار شام میں ٹھاکر دیال رائے اپنی شاہانہ بگھی میں سوار اپنی حویلی واپس آرہا تھا۔ وہ میلے کی تیاریاں دیکھ کر واپس آرہا تھا۔ وہ اس سہانی شام سے ضرور لطف اندوز ہوتا مگر اس کا دھیان اسے غافل کیے ہوئے تھا۔

میلے پر جانے کے لئے رام گڑھ کے لوگوں میں وہی جوش اور جذبہ تھا، جو ہمیشہ ہوتا تھا۔ اگلی صبح سورج نکلتے ہی انہیں میلے میں جانے کے لئے رام گڑھ سے نکلنا تھا۔ اسی میدان کی جانب کوچ کرنا تھا، جس میں اس کی راجپوتی انا کو کچل دیا گیا تھا۔ میلے کی ہمیشہ کی طرح بھرپور تیاری بھی اس کے من میں تازگی نہیں بھر سکی تھی۔ سارے جذبے ماند تھے۔ سفید گھوڑوں کی بگھی اپنے راستوں پر چلی جا رہی تھی۔ بھانو بگھی چلا رہا تھا۔ وہ بھی اپنے مالک کی کیفیت سے آشنا تھا، سو وہ خاموش تھا۔ صرف پرندوں کے اپنے گھونسلوں میں جانے کا شور تھا یا بگھی کا، یہاں تک کہ وہ حویلی جا پہنچے۔

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

ٹھاکر دیال رائے ڈانوں ڈول کیفیت میں بگھی سے اترا اور حویلی کے اندر چلا گیا۔ اسے احساس ہوا کہ حویلی میں سناٹا ہے۔ ہر طرف اور ہر وقت رہنے والی چہل پہل محسوس نہ ہوئی تو وہ چونک گیا۔ کیونکہ اسے پوری طرح احساس تھا کہ آج ضرور کچھ ہوگا۔ اسی لئے اسے سب سے پہلے اپنی پتنی جیوتیکا کا خیال آیا۔ وہ امید سے تھی اور یہی وہ دن تھے جب اس کی نسل کا وارث اس دنیا میں آنے والا تھا۔ وہ کون سا دن ہو سکتا تھا، یہ کسی کو معلوم نہیں تھا۔ بس ٹھاکر دیال رائے کو قوی امید تھی کہ یہ چمتکار اسی دن ہوگا جب اسے میدان میں جانا ہوگا، ورنہ یہ سب کچھ غلط ہو جاتا۔ وہ ایک دم سے مضطرب ہو گیا۔ اس کے قدم تیزی سے زنان خانے کی جانب اٹھ گئے۔

جہازی پلنگ، سفید ریشمی بستر پر دراز جیوتیکا کی آنکھیں بند تھیں اور اس کے چہرے پر کرب پھیلا ہوا تھا۔ وہ درد کی اس کیفیت سے گذر رہی تھی، جس کے نتیجے میں کسی بھی عورت کو ماں جیسا اعلیٰ مقام مل جاتا ہے۔۔ جیوتیکا کراہ رہی تھی۔ پاس کھڑی دائی جنداں اس کا ہاتھ مضبوطی سے تھامے ہوئے اسے مسلسل حوصلہ دے رہی تھی۔ ٹھاکر پر نگاہ پڑتے ہی اس نے دھیرے سے اس کا ہاتھ چھوڑ دیا۔ جس پر جیوتیکا نے گھبرا کر آنکھیں کھول دیں۔ اس کی خاص ملازمائیں بھی رکمنی اور کانتا بھی دائی جنداں کے ساتھ باہر چلی گئیں۔ سترہ برس کی ناامیدی والی زندگی کے بعد جو چمتکار اس نے دیکھا تھا اور جس کی وجہ سے یہ دن اس کی زندگی میں آیا تھا۔ اس کی اہمیت کو وہ پوری طرح سمجھ گیا تھا۔ میلے پر جانے کے دن ہی اس کی پتنی ایسی کیفیت میں آ گئی تھی کہ وہ اسے چھوڑ کر نہیں جا تھا۔ بظاہر وہ آزاد تھا، جا بھی سکتا تھا، اسے روکنے والا بھی کوئی نہیں تھا۔ مگر وہ محسوس کر رہا تھا کہ ان دیکھی زنجیریں اسے باندھ چکی ہیں۔ اس کا یقین پختہ ہو گیا۔ مرضی اسی شخص ہی کی چلتی ہے، جس نے اسے اس مقام پر لا کھڑا کیا ہے۔ اس نے جیوتیکا کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا تو وہ سسکتے ہوئے بولی

''ناتھ.....''

اس ایک لفظ میں نجانے کتنی امیدیں، خواہشیں، خوف، آرزوئیں، اور تشنگی گھلی ہوئی تھی۔ ٹھاکر اس لہجے کا احساس کر کے پورے شریر سے کانپ گیا۔ تبھی اس نے کہا

''دھیرج رکھو جیوتیکا، بھگوان تم پر بڑی دیا کرنے والا ہے۔''

''پرنتو، مجھے تو یوں لگ رہا ہے کہ میرا جیون ہی میرا ساتھ چھوڑ رہا ہے، ناتھ۔'' اس نے سسکتے ہوئے یوں کہا جیسے وہ کرب کی انتہاؤں کو چھو رہی ہو۔

''نہیں، ایسا نہیں ہوگا، وشواس رکھو۔'' اس نے حوصلہ دیا تو وہ بولی

''میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ بھگوان مجھ پر اتنی دیا کرے گا۔ آپ کو تو پتہ ہے نا کہ ہم نے ان سترہ برسوں میں کتنا اذیت ناک وقت گذارا ہے۔ اور.....'' شاید وہ مزید کہتی لیکن درد کی لہر نے اسے مزید نہیں بولنے دیا۔ دائی جنداں فوراً ہی وہاں آ گئی۔ اس کے پیچھے ہی رکمنی اور کانتا تھی۔ ٹھاکر نے ان کی طرف دیکھ کر کہا

''یہ کتنا نازک وقت ہے، تم اچھی طرح جانتی ہو۔ جس شے کی بھی ضرورت ہو حاضر کی جائے، کسی نے بھی غفلت کی تو اس کا انجام بہت

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

برا ہوگا۔'' یہ کہہ کر اس نے کانتا سے پوچھا

''یہ حویلی میں اتنا سناٹا کیوں ہے؟''

''مالکن نے حکم دیا ہے کہ اس گھڑی کسی کا سایہ نہ پڑ جائے، شبھ سے.....''

''اچھا، ٹھیک ہے۔'' یہ کہتے ہوئے وہ اپنی خواب کی طرف چل دیا۔

اس کا اضطرب بڑھ رہا تھا۔ اس کی سوچوں نے اسے خود سے بے گانہ کر دیا تھا۔ جس طرح خود ٹھاکر نے اس شخص دیکھا تھا، اسی طرح دوسرے لوگوں نے بھی دیکھا تھا۔ ان کی سمجھ میں بھی کچھ نہیں آیا تھا۔ ٹھاکر ہی نے اس شخص سے بات کی تھی۔ اور وہ تیر کی صورت میں ایک حقیقت اس کے ہاتھ میں تھما کر چلا گیا تھا۔ اس شخص کے اپنے لہو میں ڈوبا ہوا تیر جواب اس کی خواب میں سج چکا تھا۔ اس نے اپنی فتح اور شکست کی بات نہیں کی تھی۔ ٹھاکر کو احساس ہو گیا تھا کہ اس کے ساتھ کیا ہوا ہے۔ آج یقین ہو گیا۔ تذبذب بھرے لوگوں نے جو دیکھا، وہ چھپا نہیں رہ سکا، حقیقت عیاں تھی۔ دھیرے دھیرے یہ بات پھیلنے لگی کہ وہ شخص کوئی اوتار تھا، بھگوان کا کوئی روپ تھا۔ افواہوں نے اسے نجانے کیا سے کیا بنا دیا۔ جس معنی میں بھی ذکر کیا گیا، اسے ماورائے مخلوق ہی گردانا گیا۔ ٹھاکر نے ایک دن پنڈت چرن جی لعل سے پوچھا تھا

''پنڈت جی یہ بتاؤ، کیا ایسی کوئی مخلوق ہو سکتی ہے؟''

''کیوں نہیں ٹھاکر جی، آتما کے کئی روپ ہوتے ہیں، اوش جو چاہے سو کر سکتی ہے، میرے انوسار وہ کوئی بھٹکی ہوئی آتما تھی جو آپ کے ارادے نشٹ کرنے آئی تھی۔ اس کا اپائے بھی ہے۔''

''وہ کیا؟'' ٹھاکر نے پوچھا تو پنڈت آتما، بھینٹ، پوجا اور بھگوان سے باہر نہیں آ سکا۔ وہ تو بس یہ جان گیا تھا کہ جس دن اس نے اس مسلمان خاندان سے معافی مانگی تھی، اس سے اگلے ہی دن اس کے حویلی میں سبزہ آ گیا تھا۔ جیوتیکا کی گود ہری ہو گئی تھی۔ تبھی اس کے ذہن میں تھا کہ میرا غرور کدھر گیا؟ جس دن اس نے خود کو بے بس مخلوق مانا، اس پر سبزہ آ گیا۔ اب اسے یقین آ گیا تھا۔ اس کی اپنی موت ہی اسے زندگی بخش رہی ہے۔ لاشعوری طور پر اس کی نگاہ دیوار پر ٹنگے تیر پہ پڑی۔ اس کی سوچ کا دھارا ہی بدل کر رہ گیا تھا۔ وہ اس شخص پر یقین کر چکا تھا۔ موت میں نہیں زندگی میں زندگی پڑی ہوئی ہے۔ یہ زندگی کیا ہے؟ وہی سمجھتا ہے جو زندہ ہے۔

ٹھاکر انہی خیالوں میں کھویا ہوا تھا کہ اس کا دروازہ یوں بجا جیسے کوئی دیوانہ دستک دے رہا ہو۔ وہ باہر گیا تو رکمنی اپنی آنکھوں میں خوشی کے آنسو لئے کھڑی تھی۔ اسے دیکھتے ہی بولی

''بدھائی ہو مالک، بھگوان نے آپ کو پتر دیا ہے۔''

''بھگوان نے نہیں.....'' بے ساختہ اس نے بڑبڑاتے ہوئے کہا اور جیب میں ہاتھ ڈال کر جتنے بھی سونے کے سکے اس کے ہاتھ میں آئے اسے دے دیئے اور جیوتیکا کی خواب گاہ کی جانب چل دیا۔

جیوتیکا کے چہرے پر خوشیوں کے گلاب کھلے ہوئے تھے۔ ماتا کا روپ ہی تقدس بھرا ہوتا ہے۔ وہ جو کچھ دیر پہلے موت وحیات والی

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

کیفیت میں مبتلا تھی۔ اب سکون سے آنکھیں موندے پڑی تھی۔ اس کے پہلو میں نوزئیدہ بچہ پڑا تھا۔ دائی جنداں نے اسے اٹھایا اور ٹھاکر کی گود میں دے دیا۔ اس کا لمس پاتے ہی ٹھاکر جیسے ہواؤں میں اڑنے لگا۔ نجانے سے کہاں سے فخر اس میں آ گیا تھا، ایک باپ بن جانے کا فخر جو غرور سے کہیں لذت آمیز تھا، اسے بھی احساس ہوا کہ وہ بھی اپنی نسل دے پایا ہے۔ ایک زندگی سے نئی زندگی۔ اس کا اپنا کوئی گمشدہ حصہ۔ گلابی رنگت، کھڑے نین نقش، گول منول سا ایک عام سا بچہ، جس نے انہیں مقام دے دیا تھا۔ وہ یقین اس کے ہاتھوں میں تھا، جو اس شخص نے اسے دیا تھا۔

سورج نکلنے سے پہلے تک رام گڑھ کے لوگوں کو معلوم ہو چکا تھا کہ ٹھاکر دیال رائے کا وارث پیدا ہو چکا ہے۔ رام گڑھ پر ابھی اندھیرا چھایا ہو تھا، مگر حویلی پوری طرح روشن تھی۔ خوشی کے شادیانے بجنے لگے۔ جس میں مندر کی بجنے والی گھنٹیاں زوردار آواز میں گھل مل گئی تھیں۔ بلاشبہ پنڈت چرن جی لعل کو معلوم ہو گیا تھا کہ حویلی کا وارث آ گیا ہے۔ جس طرح یہ اطلاع رام گڑھ میں پھیلی ہر بندہ اپنی وفاداری جتانے حویلی کی جانب لپکا۔ ہر چہرے پر خوشی تھی۔ ٹھاکر کے مردان خانے میں بدھائی دینے والوں کا تانتا بندھ گیا۔ حلوائیوں نے بھی وہیں آ کر ڈیرہ جما لیا۔ اندھرا چھٹنے لگا اور سورج طلوع ہونے کی بسنتی روشنی مشرقی افق پر پھیل گئی۔

''ٹھاکر جی۔! میلے پر جانے کا فیصلہ کیا ہے؟'' رام گڑھ کے باسی نے ٹھاکر سے سوال کیا تو وہاں موجود ہر بندے کی نگاہ ٹھاکر پر جم کر رہ گئی۔ تب اس نے بڑے تحمل سے جواب کہا

''ایسے موقعہ پر جبکہ میری نسل کا وارث اس دنیا میں آیا ہے، تو کیا مجھے اپنی خوشیاں چھوڑ کر میلے پر چلے جانا چاہئے؟''

''نہیں ایسا تو نہیں ہونا چاہئے۔'' کئی لوگوں نے ہم نوا ہو کر کہا تو وہ بولا

''تو پھر سنو۔! میں نے ایک فیصلہ کیا ہے، مجھے پر یہ دیا ایسے وقت میں ہوئی جب میں میلے سے آ رہا تھا، اور ابھی میلے ہی کا سمے ہے۔ ترنت معمولی بات نہیں ہے۔ اس لئے اب میں کبھی میلے پر نہیں جاؤں گا۔ اور نہ کسی مقابلے میں حصہ لوں گا۔ رام گڑھ کی پَرجا اپنے طور پر جانا چاہئے، مقابلوں میں حصہ لینا چاہئے تو میں نہیں روکوں گا۔ یہ ان کا حق ہے۔''

''ٹھاکر جی یہ کیسا فیصلہ ہے۔ یہ مقابلے ہمارے لئے کسی یدھ سے کم نہیں ہیں۔ اس طرح تو رام گڑھ والوں کی ناک کٹ کر رہ جائے گی۔'' ایک جذباتی نوجوان نے احتجاج کرتے ہوئے کہا تو اس نے تحمل سے جواب دیا۔

''جسے یہ احساس ہے وہ چلا جائے۔ رہا ناک کٹنے کا مسئلہ، تو ایسی کوئی بات نہیں ہے، بہت ہو چکا۔ اب دوسروں کو موقعہ ملنا چاہئے۔'' ٹھاکر کو یہ لفظ کہتے ہوئے خود ان کے کھوکھلے پن کا احساس ہو گیا تھا۔

''پھر بھی ٹھاکر جی، آپ رام گڑھ کے لوگوں سے خود کو جدا نہیں رکھ سکتے ہیں۔'' ایک بزرگ بندے نے کہا تو وہ بولا

''میں کب ان سے الگ ہوں۔ میں نے خود کبھی نہ جانے کا فیصلہ کیا ہے، پَرجا کو تو نہیں روکا۔ میں شہہ زوروں کی سرپرستی اسی طرح کرتا رہوں گا۔ میں آپ لوگوں سے الگ نہیں ہوں۔ اب بھی تم لوگ جو فیصلہ کرو میں اس کے مطابق ہی کروں گا۔'' اس نے تیزی سے کہا تو ایک بزرگ نے کہا

''نہیں، یہ ایسا وقت نہیں ہے۔ آپ نہ جاؤ، لیکن وہاں پر مقابلے کے لئے لوگ ضرور بھیجو، آپ آخری دن آ جانا۔ یہ ہماری انا کا مسئلہ ہے۔''

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

''تو ٹھیک ہے، جیسا آپ لوگ چاہو۔'' ٹھاکر نے کہا اور پھر اس موضوع سے توجہ ہٹاتے ہوئے بولا'' رام گڑھ اور اردگرد کی بستیوں میں یہ اعلان کروادو کہ ہر کوئی تینوں وقت کا تین دن تک بھوجن حویلی میں کرے۔ ہر خاص و عام، ہر مذہب اور ہر ذات کا فرد اس دعوت میں آسکتا ہے۔''

یوں سورج نکلنے کے ساتھ ہی رُوشنی پھیلتی چلی گئی۔ میلے پر نہ جانے اور حویلی میں ہونے والی دعوت کے بارے میں اطلاع ہر جانب پھیل گئی۔

دوپہر ہونے والی تھی۔ حویلی میں جشن کا سماں تھا۔ اتنی بڑی دعوت کے لئے بہت سارے لوگ موجود تھے۔ دالان سے لیکر باہر باغیچوں تک قالین بچھا دیئے گئے تھے۔ لوگ آ کر ان پہ بیٹھتے جا رہے تھے۔ مگر۔! سب ایک جگہ نہیں بیٹھ رہے تھے۔ ہندو اپنی ذات پات کے انوسار مختلف ٹولیوں میں بیٹھے تھے۔ اور باقی مذاہب کے لوگ اپنے اپنے لوگوں میں۔ ایک ہی نگاہ میں دیکھا جا سکتا تھا کہ لوگ مذاہب کی بنیاد پر تقسیم ہو کر بیٹھے ہوئے ہیں۔

حویلی کے بڑے دالان میں علاقے بھر سے آئے ہوئے معززین بیٹھے ہوئے تھے۔ اس کی دو وجوہات تھیں۔ ایک تو وہ سب ٹھاکر رام دیال رائے کو بدھائی یا مبارک باد دینے آئے تھے۔ دوسرا وہاں پر اس علاقے کا مہا پنڈت بھگوان داس آیا ہوا تھا۔ وہ سب اس کی عزت کرتے تھے۔ ان سب کے دماغ میں یہی تھا کہ یہ کام نپٹا کر ہی میلے میں جایا جائے۔ اسی لئے وہاں پر سب موجود تھے۔ مہا پنڈت بھگوان داس پوری محویت سے پوجا میں مصروف تھا۔ بھگوان داس کے ساتھ کئی چیلے تھے۔ پنڈت چرن جی لعل بھی اس کا چیلا تھا۔ وہ سب اس کے اردگرد بیٹھے ہوئے تھے۔ سبھی نے پیلے رنگ کی دھوتی پہنی ہوئی تھی۔ اوپری ننگے بدن پر جینوا اور پیلے چادر اوڑھی ہوئی تھی، جس پر سنسکرت میں لفظ کڑھے ہوئے تھے۔ بھگوان داس کی طرح سب کا سر منڈھا ہوا تھا اور چہرے پر کوئی بال نہیں تھا۔ بھگوان داس ادھیڑ عمر ہونے کے باوجود مضبوط جسم کا مالک تھا۔ اس کے سامنے آگ روشن تھی۔ جس کے آس پاس پھل، میوے اور دوسری کھانے پینے کی اشیاء دھری ہوئیں تھیں۔ وہ زور زور سے اشلوک پڑھتا جا رہا تھا۔ گاہے بگاہے آگ میں گھی ڈالتا جا رہا تھا۔ وہ نومولود کے لئے پوجا کر رہے تھے۔ معززین کی نگاہیں ان پنڈتوں پر تھی جو پرارتھنا کا سا انداز اپنائے ہوئے تھے۔ یہاں تک کہ انہوں نے پوجا ختم ہونے کا اعلان کر دیا۔ جس کے ساتھ ہی دعوت عام کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ ابھی پوجا کا ایک حصہ رہتا تھا۔ جس کے مطابق مہا پنڈت نے نومولود کی جنم کنڈلی بنانے اور اس کے مطابق اس کا شبھ نام بھی رکھنا تھا۔

ہندو معاشرہ کوئی باقاعدہ مذہب یا مربوط نظام نہیں ہے، جس میں انسانیت کی فلاح ہی مقدم ہو۔ بلکہ اس کی ایک تاریخ ہے کہ آریان نے مقامی مفتوح لوگوں اور اپنی قوم کو جکڑ کر رکھنے کے لئے رسومات کا سہارا لے کر ایک ایسا معاشرہ تخلیق کیا جس میں انسان کی انسان پر حکومت سے جبر کا نظام وجود میں آ گیا۔ جس کے تلے آج تک انسانیت سسک رہی ہے۔ آج کا ہندو معاشرہ اس کی گواہی خود پیش کرتا ہے، جو انسانی جبر کے بدترین دور سے گذر رہا ہے۔

ایسا اس لئے ہے کہ یہ کوئی الہامی مذہب نہیں بلکہ رسومات، توہمات اور چند ایسے نظریات کی بنیاد رکھتا ہے، جو وید بتاتے ہیں۔ اس بحث سے قطع نظر کہ وید الہامی ہیں یا نہیں، یہ طے ہے کہ ان ویدوں کا ظہور اُن آریا لوگوں نے کیا جو یہاں کے مقامی باشندے نہیں تھے اور انہوں نے مقامی باشندوں کو غلام بنا کر جانوروں سے بھی زیادہ ذلیل کیا تھا، رسومات، توہمات اور چند نظریات کی بنیاد میں حالات و واقعات اور ماحول پر دسترس کی

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

شدید ضرورت کے تحت، ہندو معاشرہ میں ان گنت افکار نے جنم لینا شروع کر دیا۔ جن میں ''شکتی'' کی پوجا اور خوف کا نفوذ'' شامل تھا۔ اس نظام نے انسان کو یوں جکڑ لیا جیسے آکٹوپس، جس نے وقت کے دریا میں زندگی کو جکڑ لیا۔ رسومات کی کوئی انتہا نہ رہی اور بڑھتے ہوئے توہمات نے مذہبی رنگ اختیار کر لیا۔ نظریات نے مختلف افکار کا چوغہ پہن کر مذہبی رنگ اپنایا تو یہ سلسلہ دراز ہونے لگا۔ ہندو معاشرہ، خصوصاً برہمن نے، یا دوسرے لفظوں میں ہندو مذہبی اجارہ داروں نے دھرم کے نام پر مختلف طبقوں کو مختلف طریقوں سے اپنا غلام بنا لیا۔ ذات پات کی حد بندی نے اسی حیثیت و مقام بنایا کہ زندگی اسی کے تابع ہو گئی۔ منوشاستر نے جو قوانین بنائے اسے مذہبی حیثیت مل گئی۔ انسان کی انسان پر حکومت مذہبی درجہ مل گیا۔

انسان کا اس دنیا میں آنے اور اس دنیا سے چلے جانے تک میں اگرچہ ہر مذہب اور ہر نظامِ فکر میں انسانی بہبود کے لئے طریقہ کار موجود ہیں۔ ان طریقہ ہائے کار میں تبدیلی، رسومات کا مختلف انداز اور فکر کی بنیاد جہاں ایک معاشرے کو دوسرے سے الگ کرتا ہے، وہاں ان رسومات، فکر اور طریقہ کار کی اہمیت اپنے اپنے معاشرے میں اہمیت بھی رکھتی ہے۔ ہندو معاشرہ ہے ہی رسومات کا مجموعہ۔ اسی معاشرے میں پیدائش سے لیکر راکھ ہو جانے تک کی اتنی رسمیں ہیں، جن کا انت نہیں۔ مختلف علاقوں میں نہ صرف ان کی ہیت تبدیل ہو جاتی ہے بلکہ ان کی اہمیت بھی مختلف ہو جاتی ہے۔ چونکہ اس دھرم کی بنیاد خوف پر رکھی گئی ہے، اس لئے یہ اپنے مستقبل کے بارے میں بہت فکر مند ہوتے ہیں۔ یہی فکر مندی نے چند ایسی رسومات یا فنون میں ترقی کی، جو انہیں کسی نہ کسی طرح اس خوف سے نجات دے۔ ان میں ایک فن مستقبل میں جھانکنے کا بھی ہے، جسے وہ جوتش کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ بچے کی پیدائش پر، جوتش کے ذریعے اس کے مستقبل میں جھانکا جاتا ہے۔ تاکہ یہ اندازہ کیا جا سکے کہ اس بچے کے بھاگیہ یا قسمت میں کیا ہے۔ وہ درست ہے یا غلط، یہ ایک الگ بحث ہے، تاہم، یہ رسم ہے کہ اس کی جنم کنڈلی بنائی جاتی ہے اور جو پنڈت نے کہہ دیا اسے تسلیم کر لیا جاتا ہے۔

جنم کنڈلی میں جوتش یا علم نجوم سے سہارا لیا جاتا ہے۔ علم نجوم اور فلکیات دو الگ الگ دائروں میں ہونے کے باوجود ستاروں کے بارے ہی میں جاننے کو کہا جاتا ہے۔ قدیم ہندوستان میں جوتش کے علم کو بہت اہمیت حاصل رہی ہے، جو آج کے جدید دور میں بھی اتنی ہی اہمیت رکھتی ہے۔ اسی طرح حضرت عیسیٰؑ کی آمد سے ہزاروں سال پہلے بابل کی تہذیب میں بھی یہ علم اپنی اہمیت رکھتا تھا۔ ہندوستان میں یہ علم وہاں کی تہذیب کے تسلسل میں آیا پھر اس علم کی پیدائش یہاں ہندوستان میں ہوئی۔ اس بحث سے بھی صرفِ نظر کرتے ہوئے بتانا یہ مقصود ہے کہ یہ علم ان مذہبی لوگوں کے ساتھ منسلک رہا جو عبادت گاہوں میں تھے اور اس کا انتظام کرتے تھے۔ مطلب پروہت یا پنڈت، وہی اس علم کے وارث قرار پائے انہوں نے اس علم سے بے شمار آمدنی حاصل کی، اور یہی لوگ دوسروں کی قسمت کا حال بتایا کرتے تھے۔ یوں یہ لوگ معتبر ٹھہرے۔ ان کا مقام و مرتبہ بلند ہوا۔

اب مائتھالوجی چاہے یونانی ہو یا ہندوستانی، ان مذہبی لوگوں نے ان کی قسمت ان ستاروں کے ساتھ جوڑ دی، جو راس منڈل، منطقہ البروج یا Zodiac belt کہلاتے ہیں۔ اور انسان ان مذہبی لوگوں کے ہاتھوں یرغمال بن کر اپنی قسمت کا حال چاہتا رہا۔ حالانکہ یہ بے بس ستارے اس سورج کے گرد گردش کرتے ہیں جو خود کشش کا محتاج ہے، خود کسی کشش میں تیر رہا ہے اور یہاں تک کہ اپنا نام رکھنے پر بھی قادر نہیں۔ سورج کو سورج کا نام کس نے دیا، انسان نے، جب تک وہ اپنی اس صلاحیت پر غور نہیں کرے گا کہ رب تعالیٰ نے یہ صلاحیت انسان کو دی ہے کہ وہ

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

ان کے نام رکھنے سے لیکر اس کی چالوں تک کو جان لے، وہ انسان پر انسان کی حکومت کے لئے ان مذہبی لوگوں کا محتاج رہے گا۔

بھوجن کے بعد پنڈت بھگوان داس نومولود کی جنم کنڈلی بنانے میں پوری طرح محو تھا۔ پیدائش کی ایک ایک ساعت اس کے سامنے تھی۔ ٹھاکر دیال رائے بھی موجود تھا۔ سبھی چیلے اور وہ معززین جو ابھی گئے نہیں تھے، وہ سب وہیں موجود تھے۔ ایک دم سے پنڈت بھگوان داس کی پیشانی عرق آلود ہوگئی۔ اس کی آنکھوں میں قہر اور چہرے پر خوف طاری تھا۔ سبھی چونک گئے۔ ہر کسی کا یہی احساس تھا کہ کوئی انہونی ضرور ہے۔ کچھ دیر بعد مہاپنڈت نے اپنا سر اٹھایا اور بولا

''اس بالک پر سایہ ہے، گھمبیر سایہ۔ جس نے اس کا بھاگیہ چھپا لیا ہے، سایہ......جس سے یہ کبھی نہیں نکل پائے گا۔''

'' مہاراج۔ یہ کیا کہہ رہے ہیں آپ؟'' ٹھاکر نے پوچھا

''ترنت ٹھیک کہہ رہا ہوں۔ مجھے تو یہ لگتا ہے یہ تیرا سب کچھ چھین لے گا۔ ایسا بھاگیہ میں نے آج تک نہیں دیکھا، نشٹ کر دے گا یہ سب کچھ......اُتم آتما'' یہ کہتے ہوئے مہاپنڈت کی آنکھیں پھیل گئیں، جیسے وہ کوئی خوف ناک منظر دیکھ رہا ہو۔ مہا پنڈت کے یوں کہنے پر وہاں سراسیمگی پھیل گئی۔ ٹھاکر دیال رائے بھی چونک گیا۔ اس نے پوچھا

''میں سمجھا نہیں مہاراج، یہ......''

مہاپنڈت نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا

'' نہ...... نہ بالک، ایسا بالک......'' مہا پنڈت نے کہا اور اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اس کے ساتھ ہی اس کے چیلے بھی اٹھ گئے۔ تو پنڈت چرن جی لعل نے تیزی سے کہا

''مہاراج، جنم کنڈلی تو بنایئے، بالک کا شبھ نام بھی تو رکھیئے؟''

''ہم دوبارہ آئیں گے، تبھی سب ہوگا۔ اس وقت نہیں۔'' مہاپنڈت نے تیزی سے کہا اور باہر کی جانب چل دیا۔ اس کے چیلے بھی ساتھ میں چل پڑے۔ علاقے کے وہ معززین خاموشی سے سب دیکھ رہے تھے۔ وہ بھی چپ چاپ وہاں سے جانے لگے۔ ٹھاکر دیال رائے گہری سوچ میں ڈوب گیا تھا۔

☆......☆......☆

رام گڑھ میں دو دن دعوت چلی، ہر کسی نے وہیں سے کھایا۔ ایک طرح سے جشن کا سماں رہا۔ دور و نزدیک سے مانگنے والے بھکاریوں نے بھی خوب پیٹ بھرا۔ راہ چلتے مسافروں کو بھی دعوت دی گئی۔ یہاں تک کہ تیسرے دن کی سہ پہر دسترخوان لپیٹ دیا گیا۔ حویلی میں سکون سا در آیا۔ ٹھاکر دیال رائے جیوتیکا کے پاس سے ہو کر اپنی خواب گاہ میں تھا۔ وہ کچھ دیر تک اپنے بیٹے کے ساتھ رہا تھا۔ جس نے حویلی ہی کو خوشیاں نہیں دیں، اسے بھی فخر سے نواز دیا تھا۔ اس کی نگاہ سامنے دیوار پر ٹنگا ہوا تیر تھی۔ اس کے ذہن میں مہاپنڈت کی باتیں گونج رہی تھیں۔ اس کے ساتھ ساتھ اس شخص کی کہی ہوئی بھی یاد آ رہی تھیں جو اس نے تیر دینے سے پہلے کہیں تھیں۔ دونوں کی باتیں باہم گتھم گتھا ہو رہی تھیں۔ وہ بہت الجھا ہوا تو

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

تھا ہی، لیکن ایک نکتے پر وہ کامل یقین رکھتا تھا کہ اس کا بیٹا غیر معمولی حالات میں پیدا ہوا ہے۔ جبکہ وہ نا امید ہو چکا تھا۔ اس نے سارا غرور اور تکبر مٹی کر دیا تھا۔ آئندہ بھی انہونی ہو سکتی تھی۔ ٹھاکر نے ہمیشہ اپنی پیٹھ خالی محسوس کی تھی۔ نوکروں، چاکروں، محافظوں اور شہہ زوروں کی فوج ہونے کے باوجود اسے اپنی تنہائی کا احساس ستاتا رہتا تھا۔ اب محض تین دن کا بیٹا ہونے کے باعث اسے لگا جیسے اس کی پشت پر کوئی ہے۔ حالات کے پانی میں نمک کی مانند گھلتا ہوا حوصلہ اب ایسی چٹان بن گیا تھا جو طوفانوں میں بھی ایستادہ رہنے کی سکت رکھتا ہو۔ زندگی کے پھیکے رنگ، الجھی ہوئی بے لگام سوچیں اور بے مقصد شب و روز بالکل ہی بدل گئے تھے۔ اب اسے زندگی بامقصد دکھائی دینے لگی تھی۔ اب اس کے سامنے اپنے پتر کی زندگی تھی۔ جسے اس نے خود بنانا تھا۔ ایسی اعلیٰ تعلیم و تربیت کہ وہ زندگی کے ہر میدان میں کامیاب ٹھہرے۔

انسان کی زندگی سوچ کے ساتھ ہی تبدیل ہو جاتی ہے۔ اس کی تو سوچ ہی بدل گئی تھی۔ ابھی کل ہی کی بات تھی۔ وہ صبح سویرے ہی اٹھ گیا تھا۔ رام گڑھ میں زندگی دھیرے دھیرے جاگ رہی تھی۔ مشرقی افق نیلگوں ہو رہا تھا، جس میں صبح کا ستارہ اپنا آپ منوانے کی کوشش میں ٹمٹما رہا تھا۔ مندر میں بجنے والی گھنٹیوں کا ارتعاش پھیل رہا تھا۔ لوگ اپنے ڈھور ڈنگر باندھ رہے تھے۔ گلیوں میں چہل پہل شروع ہو گئی تھی۔ حویلی کا ہر مکیں جاگ کر اپنے کام دھندوں میں مصروف ہو گیا تھا۔ ایسے میں ٹھاکر اپنی خواب گاہ کی کھڑکی میں آ کھڑا ہوا تھا۔ اگرچہ یہ اس کا روزانہ کا معمول تھا لیکن یہ سب اس نے پہلی بار محسوس کیا تھا۔ صبح کے نظارے میں زندگی کا احساس بہت خوشگوار تھا۔ اسے یہ صبح نئی لگی تھی۔ اس کی سوچ پھیلتی گئی۔

انسان جب اس دنیا میں آتا ہے، وہ بھی انسانوں جیسا گوشت پوست کا ہوتا ہے۔ اس کے لہو کا رنگ بھی ایک جیسا ہوتا ہے اور سارے اعضاء بھی۔ یہاں تک کہ ایک رائے یہ بھی ہے کہ ہر انسان ایک جیسا ذہن لے کر آتا ہے۔ دُنیا میں آنے کے بعد ہی وہ سماجی مراتب، انداز فکر، مذہب، قوم، رنگ اور نسل میں تقسیم ہوتا ہے۔ فطرت اسے ایک جیسا بناتی ہے۔ اور یہ انسان کی اپنی تقسیم ہے کہ وہ خود ہی دائرے بنا بنا کر دائرہ در دائرہ تقسیم ہوتا رہتا ہے۔ مان لیا جائے کہ دنیا کی یہ رنگینی مختلف افکار کی مرہونِ منت ہے۔ تو افکار کی اہمیت سے پہلے انسان کو الوہیت کو تسلیم کرنا پڑے گا کہ اس کے ہونے ہی سے یہ سارے رنگ ہیں۔ یہ سارے افکار انسان ہی دے رہا ہے، ہاں یہ بحث الگ ہے کہ یہ افکار کہاں سے آتے ہیں اور کس لئے آتے ہیں؟

بیٹے کے پیدا ہونے سے پہلے اس نے کبھی ایسا سوچا ہی نہیں تھا۔ جس سے اس کی اپنی ذات اور اس کے اردگرد پھیلی کائنات کا حوالہ ہو۔ اس سے پہلے اس کی زندگی چند معمولات کے گرد گھومتی تھی۔ جائیداد، طاقت کا اظہار، اور خواہشوں کی تکمیل، اس نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ زندگی کیا ہے؟ کہاں سے آتی ہے اور کہاں چلی جاتی ہے۔ وہ سورج کو سوریا دیوتا مان کر روزانہ اس کی پوجا کرتا تھا۔ لیکن کبھی اس کی مائیت، حیثیت اور افادیت پر نہیں سوچا تھا۔ وہ بجرنگ بلی کو مانتا تھا لیکن یہ نہیں سوچا تھا کہ وہ شکتی کا دیوتا کیوں اور کیسے ہے؟ اس کا دھرم یہی تھا کہ جو پنڈت نے بتا دیا، کبھی اس پر سوچتا بھی تو الجھ کر رہ جاتا۔

وہ انہی خیالات میں الجھا ہوا تھا کہ بھانو وتیزی سے اندر آیا۔ اس کے چہرے کا رنگ اڑا ہوا تھا۔

''بھانو وہ، خیریت تو ہے، کیا ہوا ہے تمہیں؟'' ٹھاکر دیال رائے نے حیرت سے پوچھا

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

''غضب ہو گیا مالک۔! آپ چلیں میرے ساتھ باہر اور پنڈت چرن جی لعل کی بات سنیں۔''

''ایسی کیا بات بھانو؟''

''مالک وقت نہیں ہے۔ چلیں۔'' بھانو نے ٹھاکر دیال رائے کا ہاتھ پکڑ کر التجا کی تو وہ اس کے ساتھ باہر کی جانب چل دیا۔ دالان کے پاس پنڈت چرن جی لعل خوف زدہ انداز میں ہاتھ باندھے کھڑا تھا۔ ٹھاکر دیال رائے نے اس کی طرف دیکھا تو وہ چلاتے ہوئے بولا

''ٹھاکر جی۔! ابھی کچھ سے بعد سینا آپ پر چڑھائی کرنے کو ہے، آپ کوئی بھی اُپائے کرلو۔''

''پنڈت جی، آپ کیا کہہ رہے ہیں، مجھے صاف بات بتائیں کیا ہوا۔'' ٹھاکر دیال رائے نے سکون سے کہا تو وہ تیزی سے بولا

''مجھے مہا پنڈت نے آج نے میلے میں بلایا ہے تھا۔ وہیں سارے علاقے کے وہی چند معزز تھے جو آپ کے خلاف ہیں۔ انہوں نے فیصلہ کرلیا ہے کہ میلہ ختم ہونے کے فوراً بعد رام گڑھ پر چڑھائی کردی جائے۔''

''مگر کیوں پنڈت جی؟'' ٹھاکر دیال رائے نے پوچھا تو وہ بولا

''اس کی وجہ مہا پنڈت بھگوان داس جی مہاراج ہیں۔ ان کا کہنا کہ آپ کے گھر میں جو پتر پیدا ہوا ہے، وہ دیوی دیوتاؤں کی اچھیا نہیں ہے، بلکہ وہ ایسا پرش ہے جو ان دیوی دیوتاؤں کا اپمان کرے گا۔ وہ ایک مہا آتما کے جیسا ہے جو ہندو دھرم کے خلاف ہوگا، اسے یہیں ختم کرنا ہوگا۔''

''مطلب انہیں مجھ سے نہیں میرے بیٹے سے خوف ہے؟'' ٹھاکر دیال رائے نے پوچھا

''یہی بات ہے ٹھاکر جی، اسی لئے انہوں نے مجھے آپ کے پاس بھیجا ہے۔ وہ آپ کے بیٹے کی بھینٹ مانگ رہے ہیں یا پھر وہ خود اسے ماردیں گے۔ میلے کے بعد وہ ایک سینا لے کر آرہے ہیں۔'' پنڈت نے کہا تو ٹھاکر نے سوچتے ہوئے کہا

''بھانو، کوئی اور ہوتا تو میں اس کی بات کو اہمیت نہ دیتا۔ مگر یہ پیغام پنڈت جی لے کر آئے ہیں۔ سب کو بلاؤ، ہم ان کا مقابلہ کریں گے۔''

''جیسے حکم مالک۔'' بھانو نے کہا اور فوراً ہی پلٹ گیا۔ جس انہونی کا ٹھاکر دیال رائے لاشعوری طور پر انتظار کر رہا تھا اس کا سے آگیا، لیکن یہ سے، اتنی جلدی آگیا؟ یہ اس نے سوچا بھی نہیں تھا۔

حویلی کے مردان خانے میں رام گڑھ کے سبھی بڑے جمع تھے۔ ان کے سامنے ساری صورت حال رکھ دی گئی تھی۔ وہ لوگ لڑنے مرنے کو تیار تھے۔

''ٹھاکر جی، یہ سب لوگ بہانہ بنا رہے ہیں، انہیں آپ کی شان و شوکت نہیں بھائی، وہ کب سے رام گڑھ کو ختم کرنے کے لئے تیار بیٹھے ہیں۔'' یہی ان کی رائے تھی جس کی ترجمانی ایک بوڑھے نے کی تھی۔ اس پر ٹھاکر دیال رائے نے ان سب کی طرف دیکھ کر کہا

''میرے ایک بیٹے کے لئے نجانے کتنے مارے جائیں گے۔ کیوں نا میں ایسا کروں، یہ سب چھوڑ کر یہاں سے چلا جاؤں۔''

''یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں ٹھاکر جی، کیا آپ کی رگوں میں راجپوتی خون پانی بن گیا ہے۔ وہ آپ کو للکار رہے ہیں اور آپ خوف زدہ ہیں؟'' انہوں نے یک زبان ہو کر کہا تو ٹھاکر دیال رائے کے خون نے جوش مارا۔ وہ خاموش ہو گیا۔ فیصلہ ہو گیا کہ ان کا مقابلہ کیا جائے گا۔ شہہ

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

زوروں اور محافظوں کو تیاری کا حکم دے دیا گیا تھا۔ رام گڑھ کے لوگ تیار تھے۔

سورج غروب ہو گیا تھا۔ ٹھاکر اپنی بیوی جیوتیکا کے پاس تھا، جو خوف زدہ ہونے کے ساتھ بے حال ہو رہی تھی کہ اسکے بیٹے کے دشمن حملہ آور ہو رہے ہیں۔ وہ روتے ہوئے بولی

''ناتھ۔! ایک طرف آپ کا بیٹا ہے اور دوسری طرف آپ کی راجپوتی انا، اگر وہ کامیاب ہو گئے تو دونوں نہیں بچ پائیں گے، لیکن اگر ہم اپنے بیٹے کو بچا لیں تو انا کا کیا ہے۔''

''تو کیا کروں میں؟'' ٹھاکر دیال رائے نے پوچھا تو تیزی سے بولی

''ہم کسی کو بتائے بنا یہاں سے نکل جاتے ہیں۔ خون بھی نہیں بہے گا۔ ہم یہاں سے بہت دور چلے جاتے ہیں۔''

'' میں اپنے لوگوں کو کیا جواب دوں گا؟'' ٹھاکر دیال رائے وہ میرے خون پر شک کریں گے۔ میں ایسا نہیں کر سکتا کہ ٹھاکر دیال رائے کے خاندان پر کوئی دھبہ لگے۔ ہم راجپوت اپنی انا کے لئے اپنے بیٹے قربان کر دیتے ہیں۔'' یہ کہہ کر وہ پلٹا اور جیوتیکا کی خواب گاہ سے نکل گیا۔

ٹھاکر دیال رائے اپنے شہہ زوروں اور محافظوں کے ساتھ اس انتظار میں تھا کہ کب حملہ آور آتے ہیں۔ انہیں اطلاعیں مل رہی تھیں کہ میلے کے بعد وہ سب ایک جگہ جمع ہو گئے ہیں۔ ان کے ساتھ مہا پنڈت موجود ہے جو اس لڑائی کو دھرم یودھ کا نام دے رہا ہے۔ جس سے لوگ مرنے مارنے پر تل گئے ہوئے ہیں۔ اسی دوران بھانو وہیں آیا اور اس نے آہستگی سے ٹھاکر دیال رائے کو بتایا

''مالک۔! حویلی سے مالکن چلی گئی ہیں، وہ چھوٹے مالک کو بھی ساتھ لے گئیں ہیں۔''

''کس طرف گئی ہے؟'' ٹھاکر دیال رائے نے انتہائی پریشانی میں پوچھا تو بھانو نے بتایا

'' حویلی سے ہی پتہ چلا ہے کہ وہ جنگل کی طرف نکلی ہیں۔''

''چلو۔! انہیں واپس لائیں۔'' ٹھاکر دیال رائے نے لمحوں میں فیصلہ کرتے ہوئے کہا اور گھوڑے پر سوار ہو کر وہاں سے نکلا، اس کا رخ جنگل کی طرف تھا۔ اسے پوری امید تھی کہ وہ ابھی زیادہ دور نہیں گئی ہو گی۔

ایسے ہی ہوا، ٹھاکر دیال رائے کو زیادہ دور نہیں جانا پڑا۔ جیوتیکا اسے جلد ہی مل گئی۔ بگھی کھڑی تھی۔ لیکن وہ اس سے کچھ فاصلے پر اپنے بیٹے کے ساتھ اکیلی کھڑی تھی۔ اس کے سامنے چند ایسے لوگ کھڑے تھے، جن کے حلیے ہندو پنڈتوں کی مانند تھے۔ ان کے ہاتھوں میں چمکتی ہوئی تلواریں تھیں۔ انہوں نے جیوتیکا کو گھیرا ہوا تھا۔ وہ خونخوار انداز میں اس کا راستہ روکے ہوئے تھے۔ جیسے ہی ٹھاکر اور بھانو وان کے قریب پہنچے، وہ راہزن ان کی جانب متوجہ ہو گئے۔ اس نے جاتے ہی انہیں للکارتے ہوئے کہا

''کون ہو تم لوگ اور ٹھاکرانی کا راستہ کیوں روک کر کھڑے ہو۔''

تبھی ان میں سے ایک نے آگے بڑھ کر کہا

''ہم نے ٹھاکرانی کا نہیں، اس بچے کو روکا ہے، ہم نے اس کو نشٹ کرنا ہے، روک سکتے ہو تو روک لو۔'' یہ کہتے ہوئے وہ بچہ چھین لینے

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

کے لئے آگے بڑھا، ٹھاکر بجلی کی سی تیزی سے ان کے درمیان آ گیا۔ وہ اور بھانو ان کا مقابلہ کرنے لگے۔ چند لمحوں ہی میں ٹھاکر کو یہ احساس ہو گیا کہ وہ زیادہ دیر ان کے سامنے کھڑا نہیں ہو سکتا۔ سامنے والے تلوار باز تو یوں تھے جیسے نہ انہیں زخم لگتا ہے اور نہ ہی وہ تھکتے ہیں۔ اس وقت تو ٹھاکر کو یقین ہو گیا، جب اس نے واضح طور پر ایک کی گردن پر وار کیا۔ یہ ایسا وار تھا جس سے گردن اُڑ کر زمین پر جا گرتی ہے، لیکن پنڈت نے محسوس کیا کہ اس کی تلوار کسی چٹان سے ٹکرائی ہے۔ ٹھاکر کو یقین ہو گیا کہ اس کے سامنے کوئی ماورائی مخلوق ہے۔ ایسی لمحے ہی میں اسے اپنی بے بسی کا احساس ہونے لگا۔ ایک دم سے اس نے اپنے بھگوان سے مدد چاہی، اس کے لبوں سے بجرنگ بلی نکلا۔ مگر اگلے ہی لمحے اسے خود اپنا نعرہ کھوکھلا لگا۔ ذہن کے کسی خانے میں یہ بے بسی موجود تھی کہ اس کا بھگوان کچھ نہیں کر پائے گا۔ وہ مٹی کی مورت اسے زندگی نہیں دے پائے گی۔ ایک دم سے اسے وہ شخص یاد آ گیا، جس نے ایسی ہی کچھ لفظ کہے تھے۔ اس کی پوری توجہ ان کے ساتھ مقابلے پر لگی ہوئی تھی۔ انہی لمحات میں اس نے پوری شدت سے اس شخص کو یاد کیا۔ لمحے کے ہزارویں حصے میں اس کی تلوار بازی کے جوہر اس کی نگاہوں کے سامنے پھر گئے۔ اس وقت وہ حیران رہ گیا جب انہی حملہ آوروں کی پشت پر وہ شخص نمودار ہوا۔ وہی سفید برف کے جیسے گیسو، تنومند بدن، باریش اور چمکتے ہوئے چہرے والا۔ اس کے ہاتھ میں چمکتی ہوئی تیز دھار تلوار تھی۔ اس نے وہیں سے للکارا۔ حملہ آوروں نے پلٹ کر دیکھا۔ اگلے ہی لمحے ان کے درمیان مقابلہ شروع ہو گیا۔ ٹھاکر، بھانو اور ٹھاکرانی انہیں دیکھ رہے تھے۔ اس نووارد کی تلوار جسے لگتی وہ گرتا اور گرتے ہی اسے آگ لگ جاتی۔ خون نکلنے کی بجائے دھواں اٹھتا۔ اور لمحوں میں وہ راکھ بن جاتا۔ کچھ ہی دیر میں وہ سبھی راکھ بن چکے تھے۔

''یہ..... یہ کیا تھا مہاراج؟'' ٹھاکر نے اس نووارد سے پوچھا تو بولا

''یہ، بہر حال انسان نہیں تھے۔ تیرے پنڈت بھگوان داس کے جادو کا کرشمہ تھا۔''

''بھگوان داس؟ وہ میرے بچے کے پیچھے کیوں پڑ گیا ہے؟'' ٹھاکرانی نے بیٹے کو چھاتی سے لگاتے ہوئے پوچھا تو شخص بولا

''جس طرح اس بچے نے اس دنیا میں آتے ہی تمہیں ماں کے اور ٹھاکر کو باپ کے مقام پر فائز کر دیا، اسی طرح شیطانی قوتوں نے بھی آنکھ کھول لی ہے۔ وہ اس بچے کو ختم کرنا چاہتے ہیں۔ وہ نہیں چاہتے کہ یہ بچہ پروان چڑھے۔''

''کیوں مہاراج کیوں؟'' ٹھاکر نے چلاتے ہوئے پوچھا تو وہ تحمل سے بولا

''اس لئے کہ یہ کشمکش اس دنیا میں پوری طرح موجود ہے۔ یہ بچہ ایسی صلاحیتیں رکھتا ہے کہ شیطانی قوتیں اس کے مقابلے میں ہمیشہ ڈٹی رہیں گیں اور یہ بچہ انکا مقابلہ کرتا رہے گا۔''

''ایسا کیوں ہے؟'' ٹھاکر نے ضدی لہجے میں پوچھا تو وہ بولا

''تیرا تکبر، کسی انسان کو شوبھا نہیں دیتا کہ وہ تکبر کرے۔ یہ اسی کا حق ہے جس نے سب کو پیدا کیا۔ انسان کی صفت عاجزی ہے، اسکی بندگی تبھی ہے، جب تک وہ عاجز ہے۔ بندگی عاجزی ہی سے ہوتی ہے۔ گوشت کے ایک لوتھڑے کے لئے کیوں اتنا تڑپ رہے ہو، کیوں خود پر قابو نہیں رکھ سکتے ہو؟ کہاں گیا تیرا تکبر؟''

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

''ہمارا امتحان مت لو مہاراج۔'' اس نے بے بسی سے کہا تو وہ بولا

''میں نہیں، کوئی اور ہی یہ چاہتا ہے۔ کہا تھا نہ کہ یہ تیرا دھرم، بے جان مورتیوں کو پوجنے والا، یہ زندگی نہیں دے سکتا، اس میں تو موت پڑی ہے۔ میں نے تو تمہیں زندگی کی نوید دی تھی۔ موت کون دے رہا ہے؟ اب بولو، موت کے اندھیاروں میں گم ہو جانا چاہتے ہو یا زندگی؟''

''میں اپنے بالک کی زندگی چاہتا ہوں۔'' ٹھاکر نے یوں کہا جیسے وہ اپنا سب کچھ بھول چکا ہو کہ اس کی اپنی حیثیت کیا ہے۔

''یہ تو طے ہے ٹھاکر، جب تک یہ بچہ تیرے پاس رہے گا، تب تک تیرے دھرم کی شیطانی قوتیں اسے ختم کرنے کے درپے رہیں گیں۔ ابھی دیکھ لو،'' اس شخص نے کہا

''میں کیا کروں مہاراج، مجھے بتاؤ؟'' ٹھاکر نے عاجزی سے کہا تو اس شخص نے تیاگی سے پوچھا

''تم چاہتے کیا ہو؟ اپنا بچہ یا اپنی انا؟''

''دونوں،'' ٹھاکر نے کہا

''مل نہیں سکتے۔ ایک کا فیصلہ کرنا ہوگا۔''

''اپنا بچہ۔'' ٹھاکر نے ایک دم سے کہہ دیا تو اس شخص نے مسکراتے ہوئے کہا

''ٹھاکر اپنی آنکھیں بند کرو اور ایک منظر دیکھو،''

ٹھاکر نے آنکھیں بند کر لیں، پھر چونک کر اس شخص کی طرف دیکھا اور مسکرا دیا، تب اسی شخص نے کہا

''اگر تمہیں مجھ پر یقین ہے، یہ منظر اس دنیا میں ہوگا تو پھر اس بچے کو یہیں چھوڑ دو اور پلٹ جاؤ۔ اب یہ تم پر ہے کہ موت کے بعد زندگی پاتے ہو یا زندگی میں موت کا انتخاب کرتے ہو۔''

''میں آپ پر یقین کرتا ہوں۔'' یہ کہہ کر اس نے اپنی بیوی کی طرف دیکھا اور بولا ''جیوتیکا۔! بچے کو یہیں چھوڑ دو۔ اگر اس کی زندگی چاہتی ہو تو۔''

جیوتیکا نے ایک نگاہ اپنے بیٹے کے چہرے پر ڈالی، تین دن کا بچہ اور ماں کی ممتا میں کشمکش عروج پر تھی۔ آنسو گالوں سے لڑھک کر بہہ رہے تھے۔ وہ بھی سمجھ چکی تھی کہ معاملہ کیا ہے۔ اس نے اپنا آنچل سیدھا کیا، اور زمین پر بچھا دیا۔ پھر اس پر تین دن کا بیٹا رکھ دیا۔

''سنو۔! یہ بدن کی مٹی بھی بڑی عجیب ہوتی ہے۔ بدن حلال کا ہو تو اس میں خیال بھی حلال ہی آتے ہیں اور حلال بدن جب مٹی ہوتا ہے تو یہ مٹی ایسے بیج اگاتی ہے، جس میں سے امن اور آشتی اُگتی ہے۔ اور اس کی خوشبو دور دور تک پھیل جاتی ہے۔ حرام مٹی سے بنا بدن کبھی اچھا نہیں سوچ سکتا، اس کی مٹی ہمیشہ فساد کے کانٹے اُگائے گی، اب تم سوچ لو،''

''میں پلٹ رہا ہوں مہاراج، یہ بچہ آپ نے دیا اور اسے آپ ہی کو سونپا۔'' یہ کہہ کر ٹھاکر دیال رائے نے اپنے گھوڑے کی لگامیں موڑیں تو سامنے کھڑے شخص نے کہا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

''دیال رائے۔! تو ہندو ہے اور یہ بچہ ابھی کسی مذہب پر نہیں۔ میرے آقا ﷺ کے مطابق ابھی یہ فطرت سلیمہ پر ہے۔ ہم اسے جو چاہیں بنادیں۔ بولو کیا کہتے ہو؟''

''تم گواہ رہنا، میں اپنے دھرم پر نہیں رہا۔ میرے دھرم کے لوگ اسی بچے کی وجہ سے یدھ پر تل گئے ہیں۔ میں آپ پر چھوڑتا ہوں، آپ اسے جو چاہئے بنادیں۔ میں نہیں جانتا کہ آپ کا دھرم کیا ہے، جو آپ کا دھرم ہے وہی بنادیں۔'' یہ کہتے ہوئے وہ لمحہ بھر کو رکا اور پھر جیسے چونکتے ہوئے بولا، ''بلکہ اپنے جیسا بنادیں۔''

''جاؤ، پھر تم سرخرو ہوئے۔'' اس شخص نے کہا تو جیوتیکا اپنے بچے کو دیکھتے ہوئے بگھی میں جا بیٹھی۔ اگلے چند لمحوں میں وہ رام گڑھ کی طرف چل دیئے۔ ٹھاکر کے چہرے پر ذرا سا بھی ملال نہیں تھا۔ جبکہ جیوتیکا خون کے آنسو رو رہی تھی۔

رام گڑھ پہنچتے ہی ٹھاکر نے دیکھا، ایک لشکر رام گڑھ کے سامنے تھا۔ اس کے اپنے لوگ بھی لڑنے مرنے کو تیار تھے۔ اسے دیکھتے ہی سب میں جان پڑ گئی۔ حملہ آوروں کے نعروں میں پاگل پن گونج رہا تھا۔ وہ کسی بھی لمحے ان پر حملہ کر سکتے تھے۔ سارے کا سارا رام گڑھ لڑنے کے لئے تیار تھا۔ اور پھر یہ پاگل پن یودھ کی صورت اختیار کر گیا۔ پنڈت بھگوان داس کے ساتھ علاقے کے وہ لوگ بھی تھے، جو ہمیشہ ہی ٹھاکر کے دشمن رہے تھے۔ ابھی تین دن پہلے ہی اس کی حویلی سے کھاپی کر گئے تھے۔ ایسے وہ لوگ ہوتے ہیں۔ جو کسی کے در سے کھاتے بھی رہتے ہیں اور انہی کے دشمن بھی بن جاتے ہیں، یہی لوگ منافق ہوتے ہیں۔ دونوں طرف سے لوگ ایک دوسرے کو مار رہے تھے۔ منافقت اپنا رنگ دکھا رہی تھی۔ شیطانیت ہنس رہی تھی۔

☆.....☆.....☆

تین دن کا نومولود بچہ اس شخص کے ہاتھوں پر تھا۔ اس کے سامنے جھگیاں تھیں۔ کسی میں روشنی تھی اور کوئی اندھیرے میں دوبی ہوئی تھی۔ کسی میں سے ڈھولک بجنے کی آواز آ رہی تھی کوئی گا رہا تھا۔ دوسری جھگیوں کی طرح ایک جھگی کے باہر ریچھ بندھا ہوا تھا۔ جس کے پاس ایک بندریا اور بندر بھی تھے اور ان سے ذرا پرے ایک سفید کتا لیٹا ہوا تھا۔ جھگی کے اندر ایک ادھیڑ عمر مرد اور ایسی ہی عمر کی خاتون بیٹھی ہوئی تھی۔ چراغ کی دھیمی روشنی میں صاف دیکھا جا سکتا تھا کہ ان کے چہروں پر زندگی کی تھکن موجود تھی۔ وہ جھگیاں ان لوگوں کی تھیں جو ذات کے قلندر تھے۔ ان کا پیشہ یہی تھا کہ گلیوں، بستیوں اور شہروں میں ریچھ، بندر اور کتوں کو نچا کر ان کا تماشا دکھا کر روزی روٹی کماتے ہوئے بستی بستی، شہر شہر گھومتے رہتے۔ یہی ان کی زندگی تھی۔ وہ مرد اور خاتون بھی قلندر ذات تھے۔ ان کی اولاد نہیں تھی، جس کی وجہ سے وہ زندگی کو جھیل رہے تھے۔ وہ شخص اس بچے کو اپنے ہاتھوں میں اٹھائے جھگی میں داخل ہوا تو ان دونوں نے اسے چونک کر دیکھا اور ان کی آنکھوں میں حیرت پھیل گئی۔ وہ بچے کو دیکھ رہے تھے۔ تبھی اس شخص نے کہا

''یہ لے لالو، میں نے تجھے تیرا بیٹا لا دیا ہے۔''

''کس کا بچہ اٹھا لایا ہے تو۔'' اس نے غور سے بچہ دیکھتے ہوئے کہا

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

''تجھے اس سے غرض نہیں ہونی چاہئے۔ پارسہ کیا تو اس بچے کو قبول کرتی ہے۔؟''

''ہاں، اب تو میں اس قابل نہیں رہی، یہی سہی، میرا بیٹا تو ہوگا۔'' پارسہ بولی

''چل دے دے اسے، میں اس کی خوشی میں خوش ہوں۔'' لالو یوں بولا جیسے وہ بھی اندر سے خوش ہو۔ تبھی پارسہ نے جذباتی لہجے میں کہا

''جھوٹ کہہ رہا ہے تو، میں سمجھتی ہوں۔ لادے میرا بچہ۔''

اس شخص نے وہ بچہ پارسہ کی گود میں دے دیا۔ اس نے اسے اپنے سینے سے لگایا ہی تھا کہ ممتا کے سوتے پھوٹ پڑے۔ وہ حیران رہ گئی ۔اس نے لالو کی طرف دیکھا اور لرزتے ہوئے بولی

''لالو، یہ میرا ہی بیٹا ہے۔ چاہے اس نے کسی دوسری عورت کی کوکھ سے جنم لیا ہے۔''

''یہ کیا کہہ رہی ہو تم؟'' لالو نے حیرت سے کہا تو وہ شخص تیزی سے بولا

''یہ بعد میں بتاتی رہنا۔ پہلے اس کا نام سن لو، یہ خوشی محمد ہے۔ اس کے ختنے ہو چکے ہیں۔ سورج نکلنے سے پہلے ہی یہاں سے نکل جانا۔ اب میں چلتا ہوں۔'' یہ کہہ کر وہ شخص جھگی سے نکلتا چلا گیا۔ لالو نے جب بچے کو دیکھا جو پارسہ کے سینے سے زندگی پا رہا تھا تو ساری بات سمجھ گیا۔ وہ ساری رات ان کی آنکھوں میں کٹ گئی۔ انہیں خوشی اور حیرت ہی اس قدر تھی۔ قبیلے کے سردار نے رات ہی کہہ دیا تھا کہ صبح سورج نکلنے سے پہلے ہی یہاں سے چلے جائیں گے۔ اور پھر سورج نکلنے سے پہلے ہی قلندروں کی وہ ساری جھگیاں اکھڑنے لگیں۔ لالو بھی ان میں شامل تھا۔ گدھے، گھوڑے اور خچروں پر سامان لاد کر وہ چل پڑے۔

جس وقت سورج کی روشنی پھیل رہی تھی، وہ رام گڑھ کے پاس سے گذر رہے تھے۔ وہ اب زندگی نہیں رہی تھی۔ موت نے سب کچھ تباہ کر دیا تھا۔ انسانی خون کی بُو ہر طرف پھیلی ہوئی تھی۔ جلی ہوئی لاشوں کے ساتھ ہر گھر جل چکا تھا۔ وہ حویلی جہاں انہوں نے تین دن تک کھانا کھایا تھا، وہ آج کھنڈر بن چکی تھی۔ نجانے کیوں پارسہ نے اس بچے کے چہرے پر دیکھ کر رام گڑھ کو دیکھا۔ موت بھی زندگی ہی سے دیکھی جا سکتی تھی۔ وہ رام گڑھ سے آگے نکل گئے۔ ان کے پاس ہمکتی ہوئی زندگی تھی۔

☆.....☆.....☆

منظر اچانک ہی بدل گیا۔ جمال اور اور جسپال ساکت تھے اور یہ سب دیکھ رہے تھے۔ انہیں یوں محسوس ہو رہا تھا کہ جیسے وہ بھی اسی منظر کے کردار ہوں۔ وقت تیزی سے نو برس آگے گذر گیا تھا۔ وہ منظر ایک گاؤں کا تھا۔ وہ پوری توجہ سے اس نئے منظر کو دیکھنے لگے۔

☆.....☆.....☆

وہ گرمیوں کی دوپہر تھی۔ گرمی اور حبس نے ہر ذی روح کو سایے تلے پہنچا دیا تھا۔ ایسے وقت میں لالو قلندر جھکے ہوئے شانوں اور بوجھل قدموں سے کھیتوں میں بنے راستے پر چلا جا رہا تھا۔ اس کی سانسیں اکھڑی ہوئیں تھیں۔ لیکن پھر بھی وہ اپنی ساری قوت صرف کر کے آگے ہی آگے بڑھتا چلا جا رہا تھا۔ بوڑھے قلندر کا بہت برا حال تھا۔ اس کے بوسیدہ کپڑے پھٹے ہوئے تھے۔ سر کے لمبے بال بکھرے ہوئے اور گرد آلود تھے۔ ہونٹ

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

ں پر پپڑی جمی ہوئی تھی۔ اس کا سانس پھولا ہوا تھا۔ وہ بہت لاغر دکھائی دے رہا تھا۔ اس کے ساتھ بندر اور کتا تھا۔ اس کے پیچھے پیچھے ایک چھوٹا سا لڑکا بھی چلتا چلا آ رہا تھا۔ جو چہرے سے بہت بھولا اور معصوم دکھائی دے رہا تھا لیکن بھوک اور غربت کی اپنی ایک چھاپ ہوتی ہے جو اس کے چہرے پر پھیلی ہوئی تھی۔ اس نے اوپر قمیص پہنی ہوئی تھی جو جا بجا پھٹی ہوئی تھی۔ نیچے اس نے کچھ بھی نہیں پہنا ہوا تھا۔ پیروں سے بھی ننگا تھا۔ لمبے لمبے بکھرے ہوئے بال مٹی سے اَٹے ہوئے تھے۔ لالو قلندر نے دور ہی سے کنواں دیکھ لیا تھا اور اس کی طرف بڑھتا چلا جا رہا تھا۔ اسے امید تھی کہ اگر روٹی نہ بھی ملی تو کم از کم حوصلہ دینے والی دو پہر تو وہیں گذر جائے گی۔ پینے کو پانی مل جائے گا۔

وہ کنواں سردار ہیرا سنگھ ڈھلوں کا تھا۔ جس کا شمار گاؤں کے ان لوگوں میں ہوتا تھا جنہیں فقط اپنی محنت مزدوری سے غرض ہوا کرتی تھی۔ ضلع جالندھر کی تحصیل نکودر کے قریب گاؤں اُوگی بھی ان گاؤں میں شمار ہوتا تھا، جہاں فصلیں شاداب اور کسان خوشحال تھا۔ دو دریاؤں کے پاٹ میں آباد یہ علاقہ ویسے بھی زرخیز تھا۔ سردار ہیرا سنگھ ڈھلوں نے یہاں اس گاؤں میں آ کر جو تھوڑی سی زمین بنائی تھی، وہ اسی میں ایک اچھی زندگی گذار رہا تھا۔ وہ اپنی محنت کرتا اور خوشحال تھا۔ اس کی شادی ہو چکی تھی اور اس کے تین بیٹے تھے۔ بڑا بیٹا کلوندر سنگھ تھا۔ جس کی ابھی مسیں نہیں بھیگی تھیں۔

سردار ہیرا سنگھ اپنے کنویں کے پاس درختوں تلے چارپائی پر بیٹھا ہوا تھا۔ کچھ دیر پہلے ہی اس نے بیلوں کی جوڑی کو باندھا تھا۔ اور اب خود آرام کرنے کی غرض سے لیٹا ہی تھا کہ اسے دور کھیتوں کے پاس سے ایک قلندر آتا ہوا دکھائی دیا۔ کچھ ہی دیر بعد وہ قلندر وہیں آ گیا۔ اور اس کے پاس زمین پر بیٹھ گیا۔ بچہ بھی اس سے ذرا فاصلے پر بیٹھا تو جانور بھی بہتے ہوئے پانی میں جا کر بیٹھ گئے۔ اس نے گدڑی زمین پر رکھ دی تھی۔ اسے سانس چڑھا ہوا تھا جو بحال ہی نہیں ہو رہا تھا۔ وہ آنکھیں بند کئے سانس بحال کرنے کی کوشش میں تھا۔ اس کی کمزور حالت دیکھ کر سردار ہیرا سنگھ ڈھلوں کو بہت ترس آیا۔ اس نے نرم سے لہجے میں پوچھا

''او بابا، خیر تو ہے، ٹھیک تو ہے نا تو؟''

''نہیں سردارا، میں ٹھیک نہیں ہوں۔ بس کسی وقت یہ سانسیں ختم ہو جا سکتی ہیں۔ بہت مشکل میں ہوں۔'' قلندر نے اکھڑی ہوئی سانسوں میں بتایا

''کیا مشکل ہے تجھے؟'' ہیرا سنگھ نے پوچھا

''مشکل ہی مشکل ہے، میرا بدن میرا ساتھ نہیں دے رہا ہے، نجانے کب کہاں میری زندگی ختم ہو جائے، بس یہ میرا بچہ ہے، سوچتا ہوں اس کا کیا بنے گا۔'' قلندر نے تیز سانسوں میں کہا

''کیا تیرا کوئی نہیں ہے؟ تیرا قبیلہ، کوئی رشتے دار، کوئی بھی نہیں ہے؟'' ہیرا سنگھ نے حیرت سے پوچھا

''قبیلہ بھی تھا، ایک بیوی بھی تھی، جو اب اس دنیا میں نہیں رہی۔ قبیلہ بھی بچھڑ گیا۔ بس اکیلا ہوں۔'' قلندر نے کہا اور خاموش ہو گیا۔ وہ اب سردار کو کیا بتاتا کہ اس کے اپنے قبیلے والوں نے اسے الگ کر دیا تھا۔ انہوں نے اس بچے کو قبول ہی نہیں کیا تھا۔ ریچھ، کتوں اور بندروں کو اپنی انگلی پر نچانے والے، اسے برداشت نہیں کر سکے۔ خود اس نے اس بچے کو بھی کام نہیں سکھایا۔ بچہ ہی ایسی صلاحیتوں والا تھا کہ بجائے اسے کچھ

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

سکھانے کے، ریچھ، بندر اور کتے اس کے اشاروں پر ناچتے تھے۔ یہ کوئی معمولی بات نہیں تھی۔ وہ خود ڈر گیا تھا۔ بچے کی فطرت میں ایسا تھا۔ اوپر سے اس کے قبیلے والوں نے نہ صرف اس بچے کو قبول نہیں کیا بلکہ خواہ مخواہ اس کی ذمہ داری بھی نہیں لی۔ جیسے ہی اس کی بیوی پارسہ اگلے جہاں سدھاری، قبیلے والے بھی اس سے نظر انداز کرنے لگے۔ قلندر در بدر پھرتا، ایک علاقے سے دوسرے علاقے تک جاتا ہوا، یہاں آ گیا تھا۔

''روٹی کھائے گا؟'' ہیرا سنگھ نے پوچھا

''بھوک تو لگی ہے، پر جاتا ہوں گاؤں میں، کہیں نہ کہیں سے روٹی مل جائے گی، بس یہ ذرا دھوپ ڈھلے اور تھوڑی دیر سانس لے لوں۔'' قلندر نے کہا

''یار بات سن، بھوکا تو میں بھی ہوں۔ میری روٹی نہیں آئی ابھی تک، بندہ روٹی لینے گیا ہوا ہے، ابھی آ جاتا ہے تو کھاتے ہیں۔'' ہیرا سنگھ نے کہا تو قلندر نے سر ہلا دیا۔ بچہ شاید بہت تھکا ہوا تھا۔ اس لئے سایہ ملتے ہی زمین پر لیٹ گیا اور تھوڑی ہی دیر بعد سو گیا۔ سردار ہیرا سنگھ اور لالو قلندر یونہی وقت گذاری کے لئے باتیں کرنے لگے۔

''کدھر کا ہے تو؟'' ہیرا سنگھ نے اس سے پوچھا

''مجھے نہیں پتہ، جب سے ہوش سنبھالا ہے، سفر ہی میں ہیں۔ ہمیں تو یہ بھی نہیں معلوم کہ ہم کہاں کہاں تک گئے ہیں۔'' لالو قلندر نے کھرکھراتی ہوئی آواز میں کہا

''کیسی زندگی ہے یار یہ بھی، ہمیشہ سفر میں رہنا۔ آج یہاں تو کل وہاں، اور ہم بیلوں کی جوڑی کی طرح یہیں گھوم رہے ہیں۔'' ہیرا سنگھ نے کہا

''جیسے رب رکھے، ویسے رہنا پڑتا ہے۔ میں نے کب کہا تھا کہ میں قلندر بنوں۔ بس بن گیا۔ میں اگر کسی بادشاہ کے گھر پیدا ہو جاتا تو شہزادہ ہوتا۔'' لالو نے تیز تیز سانس لیتے ہوئے کہا تو ہیرا سنگھ کو دور سے اپنا ملازم آتا ہوا نظر آیا۔

''لے بھئی، مجھے لگتا ہے، روٹی آ گئی۔ تو منہ ہاتھ دھو لے اور اس بچے کو بھی اٹھا۔'' ہیرا سنگھ نے کہا اور کھال کے پاس جا کر منہ ہاتھ دھویا۔ ملازم کھانا لے کر پہنچ گیا تو ہیرا سنگھ نے اس سے پوچھا، ''کیوں دیر ہو گئی تھی تمہیں؟''

''سردار جی، اب آپ کچھ دن دیر سویر ہی سے روٹی کھائیں گے، آپ کے گھر میں بیٹی ہوئی ہے۔'' ملازم نے کہا تو ہیرا سنگھ بولا

''او شاباش اے بھئی، سکھ نال دھی آئی ہے، تین بھائیوں کی اکیلی بہن، چل اس کا نام ہی سکھ جیت کور رکھ دیتے ہیں۔''

یہ کہہ کر اس نے روٹی اپنے سامنے رکھی، آدھی روٹیاں اور سالن لالو قلندر اور بچے کو دے دیا اور انہیں دوسری چارپائی پر بیٹھنے کو کہا۔ وہ سب کھانا کھانے لگے۔ ملازم نے ان کے پاس پانی رکھ دیا۔ کھانا کھا کر وہ آرام کرنے کے لئے لیٹ گئے۔ ملازم اپنا کام کرنے لگا اور وہ سو گئے۔

سہ پہر سے ذرا پہلے سردار ہیرا سنگھ اٹھ کر کھیتوں کی طرف نکل گیا تھا۔ ملازم بھی کہیں کام کر رہا تھا۔ بچہ بھی اٹھ کر بندر اور کتے کے ساتھ کھیل رہا تھا، جبکہ لالو قلندر جس کروٹ لیٹا تھا، اسی کروٹ پڑا رہا۔ کافی دیر بعد جب سردار ہیرا سنگھ واپس آیا تو اس نے لالو قلندر کر غور سے دیکھا اور

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

پھر اسے اٹھایا لیکن وہ بے جان تھا۔ اس کی روح پرواز کر گئی تھی۔ ہیرا سنگھ نے ایک طویل سانس لی اور کھیلتے ہوئے اس بچے کو دیکھا، جسے یہ خبر ہی نہیں تھی کہ اس کے ساتھ کیا بیت گئی ہے۔ ہیرا سنگھ کو اس بچے پر بہت ترس آیا۔

ہیرا سنگھ نے اسی وقت اپنی ملازم کو بلایا اور لالو قلندر کی نعش کو بیل گاڑی پر رکھ کر گاؤں کی جانب چل دیا۔ وہ بچہ پھٹی پھٹی نگاہوں سے اپنے باپ کو دیکھ رہا تھا۔ اسے یہ اچھی طرح شعور تھا کہ آج کے بعد وہ اپنے باپ کو کبھی نہیں دیکھ سکے گا۔ کیونکہ ایسا ہی اس کی ماں کے ساتھ ہوا تھا۔ وہ پھر کبھی واپس نہیں آئی تھی اور نہ کبھی اس نے اپنی ماں کو دیکھا تھا۔ باپ کے بچھڑ جانے کا اسے شدید دکھ تھا، لیکن اس کی آنکھ میں آنسو نہیں تھا۔

لالو قلندر کی نعش گاؤں میں ہیرا سنگھ کے گھر کے سامنے رکھ دی گئی۔ وہاں چوراہا تھا جس کے درمیان میں بڑ کا درخت تھا اور اس کے نیچے لوگ بیٹھے رہتے تھے۔ اسے تکیہ کہتے تھے۔ وہاں ہر مذہب کا بندہ آتا تھا۔ ہیرا سنگھ کے گھر کے سامنے احمد بخش پنچ کا گھر تھا۔ وہاں تکیہ پر اس وقت یہ مسئلہ درپیش ہوا کہ کیا لالو قلندر کی نعش کو جلایا جائے یا پھر دفن کیا جائے؟ وہ سکھ تھا، ہندو تھا یا مسلمان؟ کون تھا وہ؟ اگر چہ یہ مسئلہ اسے نہلاتے وقت حل ہو سکتا تھا لیکن اسے نہلائے کون؟ تبھی گاؤں کے ایک مسلمان بزرگ احمد بخش پنچ نے اس بچے کو اپنے سامنے کھڑا کر کے پوچھا

''بتا بیٹا۔! تیرا باپ بھگوان کو مانتا تھا، واہگرو کو مانتا تھا یا پھر اللہ کو؟''

''پتہ نہیں جی، وہ جس کے گھر سے مانگتا تھا، اسی کو دعائیں دیتا تھا، ہندو کے گھر سے مانگتا تھا تو کہتا تھا بھگوان تجھ پہ کرپا کرے، سکھ اسے کچھ دیتا تھا تو کہتا تھا رب تیر بھلا کرے مسلمان دیتا تو کہتا اللہ تجھ پہ کرم کرے۔'' بچے نے معصومیت سے کہا تو احمد بخش پنچ نے اپنے اردگرد کھڑے لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا

''دیکھو بھائیو، یہ بات تو سمجھ میں نہیں آتی۔ یا تو اس قلندر کی نعش کو دیکھ لو، یا پھر جو بندہ بھی اس کی ذمہ داری لیتا ہے، وہ اپنے مذہب کے مطابق اس کی آخری رسومات پوری کر دے۔''

تبھی ایک شخص نے اس بچے کی پھٹی ہوئی قمیص کا آگے والا پلو اٹھاتے ہوئے کہا

''پر یہ بچہ تو مسلمان ہے۔''

اس کے تصدیق کرنے پر احمد بخش پنچ نے خود ذمہ داری لے لی۔ اس نے گاؤں کے ان مسلمانوں سے کہا، جو وہیں کھڑے تھے کہ اس نعش کو پورے احترام سے دفنا دیا جائے۔ سو فوری طور پر اسے غسل دیا گیا۔ کفن کا انتظام بھی اسی نے کیا اور مغرب کی نماز کے بعد گاؤں کی مسجد میں اس کی نماز جنازی پڑھی گئی۔ پھر اسے گاؤں سے باہر قبرستان میں دفنا دیا گیا۔ لالو قلندر اس دنیا سے چلا گیا۔

اس بچے کی رات ہیرا سنگھ کے مہمان خانے میں گذری۔ لیکن اس سے پہلے اسے نہلایا گیا۔ کلوندر سنگھ کے کپڑے اسے پہنائے گئے۔ جب وہ دفنا کر آ گئے تو اسے خوب کھانا کھلایا گیا۔ پھر جو وہ سویا تو صبح جاگا۔ نجانے اتنی میٹھی نیند اسے کیسے آ گئی تھی۔ اگلی صبح جب وہ ناشتہ کر چکا تو کلوندر سنگھ اپنے باپو ہیرا سنگھ کے پاس آیا اور بولا

''باپو، میں نے اس سے اس کا نام پوچھا تو اس نے بتایا ہی نہیں، کہتا ہے بس مجھے کاکا کہہ کر پکارتے ہیں، اس کا کوئی نام تو ہونا چاہیے نا؟''

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

''ہاں پتر، اس کا کوئی نام تو ہونا چاہئے، پر یہ مسلمان ہے، اب ہم کیا نام رکھیں یار؟''

''کوئی سا بھی رکھ لیں۔'' کلوندر سنگھ نے کہا۔ لفظ ابھی اس کے منہ ہی میں تھے کہ اسے اپنے گھر کے دروازے پر احمد بخش پنچ آتا ہوا دکھائی دیا۔ وہ قریب آیا تو ہیرا سنگھ نے کھڑے ہو کر اس کا استقبال کیا اور چارپائی پر بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے بولا

''آئیں بھاء جی بیٹھیں۔''

''میں کھیتوں کی طرف جا رہا تھا کہ مجھے خیال آیا۔ وہ کل لالو قلندر کے ساتھ جو بچہ تھا، کیا کرنا ہے اس کا؟'' احمد بخش پنچ نے پوچھا

''کرنا کیا ہے، ادھر رہے گا ہمارے پاس یا جیسا آپ مناسب خیال کریں۔'' ہیرا سنگھ نے کہا تو اتنے میں ہیرا سنگھ کی بیوی لسی کا گلاس لے کر آ گئی۔ اس نے احمد بخش پنچ کو گلاس تھماتے ہوئے کہا

''بھاء جی، بچہ بہت معصوم اور بھولا سا ہے، وہ تو لگتا ہی نہیں کہ اس لالو قلندر کا ہوگا۔''

''پر کیا کریں، وہ ہے ہی اس کا۔ قلندر کا پتر قلندر۔'' ہیرا سنگھ نے کہا

'' برا مت ماننا ہیرا سنگھ، تم اسے رکھو تو ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہے، پر وہ مسلمان بچہ ہے، میں کہتا ہوں جہاں چار دوسرے ہیں وہاں پانچواں یہ بھی سہی۔'' احمد بخش پنچ نے بہت عقل مندی سے اپنی بات کہہ دی تھی، ایک تو اسے یہ سمجھا دیا تھا کہ مسلمانوں کے بچے کو مسلمانوں ہی کے گھر میں رہنا چاہئے اور دوسرا وہ اس بچے کو اپنا بیٹا بنا کر رکھے گا، کوئی نوکر چاکر نہیں۔ ہیرا سنگھ اس کی بات سمجھ گیا۔ اس نے فوراً ہاں میں سر ہلاتے ہوئے کہا

''جیسے آپ کی مرضی بھاء جی، میرے گھر میں رہے یا آپ کے گھر میں، ایک ہی بات ہے۔ آمنے سامنے گھر ہے۔ ہم سب اس کی دیکھ بھال کریں گے۔'' اس نے بھی احمد بخش پنچ کو یہ بات سمجھا دی تھی کہ وہ بھی اس بچے کی نگہبانی کرتے رہیں گے۔

''بلاؤ اس کو کہاں ہے وہ؟'' احمد بخش پنچ نے کہا تو کلوندر بھاگ کر گیا اور اسے لے آیا۔ واپس آتے ہی اس نے احمد بخش پنچ سے وہی سوال کیا جو وہ اپنے باپو سے کر چکا تھا۔ تب احمد بخش پنچ نے کہا

''ہاں۔! سوچتے ہیں اس کا نام۔'' پھر اس بچے کو اپنے پاس بلا کر اس کے سر پر ہاتھ پھیرا اور اس سے پوچھا، ''چل اب ہم اپنے گھر چلیں۔'' یہ کہہ کر وہ اٹھا اور اسے ساتھ لے کر اپنے گھر چلا گیا۔

اصل میں احمد بخش پنچ کی بیوی بھاگاں مائی نے جب اس بچے کو دیکھا تھا تو اس کے دل میں شدت سے یہ خواہش پیدا ہو گئی کہ وہ اس کا پتر بن جائے۔ ساری رات وہ اسی کے بارے سوچتی رہی۔ صبح نور کے تڑکے وہ بیٹھی رو رہی تھی کہ احمد بخش پنچ نے حیران ہو کر اس سے رونے کی وجہ پوچھی تو بھاگاں مائی نے اپنے دل کا حال کہہ دیا۔ جہاں وہ اپنے اندر کی ماتا سے مجبور ہو گئی تھی، وہاں اسے وہ اس فرمان کی بھی پیروی کر رہی تھی کہ یتیم کے سر پر ہاتھ رکھنے والا بخش دیا جائے گا۔ پھر اسے بچے پر ترس ہی بہت آیا تھا۔ احمد بخش پنچ نے اس سے وعدہ کر لیا تھا کہ وہ اس بچے کو لے آنے کی پوری کوشش کرے گا۔

اس نے بچے کو جیسے ہی بھاگاں مائی کے سامنے کیا، اس نے اپنی دونوں بانہیں پھیلا کر اسے اپنے سینے سے لگا لیا۔ تبھی بے ساختہ اس کے

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

منہ سے نکلا، ''میرا خوشی محمد۔''

''چل یہ مسئلہ بھی حل ہوگیا۔اس کا ابھی تک کوئی نام نہیں تھا تو نے اسے نام دے دیا۔'' یہ کہہ کر اس نے ہیرا سنگھ کے گھر ہونے والی بات بتادی

''ہاں بس اس کا نام خوشی محمد ہی ہے۔میرا پانچواں پتر۔'' بھاگاں مائی نے کہا اور اسے اپنے ساتھ لگا لیا۔خوشی محمد بھی اس کے ساتھ یوں لگ گیا، جیسے اسے اپنی ماں مل گئی ہو۔

☆.....☆.....☆

یہ برصغیر کا وہ دور تھا، جب دوسری جنگِ عظیم ختم ہوئے لگ بھگ ایک برس گذر گیا تھا۔تحریک آزادی اپنے زوروں پر تھی۔احمد بخش پنچ بہت سمجھدار آدمی تھا۔اس کے تین بھائی مزید تھے، فتح محمد عرف فتو ،غلام محمد عرف غلاما اور محمد بخش عرف مندو۔یہ تینوں بھائی ایک جُٹ تھے۔خوشحال زمیندار ہونے اور پنچ ہونے کی وجہ سے وہ وہاں، اوگی پنڈ میں ''لمیاں دی پتی'' والے مشہور تھے۔اوگی پنڈ میں جو زمین تھی، وہ تقریباً ختم ہوگئی تھی۔ زمین تقسیم در تقسیم ہوتی ہوئی لوگوں کے پاس تھوڑی ہوتی چلی جارہی تھی۔احمد بخش پنچ نے سوچا تھا کہ اس کے اپنے چار بیٹے ہیں اور اب پانچواں خوشی محمد بھی آ گیا۔اسی طرح بھائیوں کے بھی بیٹے ہیں۔زمین جب تقسیم ہوئی تو کچھ بھی نہیں رہے گی۔پھر کیا ہوگا؟ اس کی اولاد، اس تقسیم کے بعد کہاں سے کھائے کمائے گی؟

احمد بخش پنچ کو یہ اچھی طرح معلوم تھا کہ نواب آف بہاول پور نے انیس سو ستائیس سے آبادکاری نظام بنایا ہے۔ جس کے تحت جو جتنی چاہے الاٹمنٹ کروالیتا، زمین آباد کرتا تو اسے وہ زمین مل جاتی۔ اس کے اپنے گاؤں اوگی سے اور آس پاس کے گاؤں سے کافی لوگ وہاں چلے گئے تھے۔انہیں زمین مل گئی تھی۔ وہاں سب سے بڑا مسئلہ زمین کی آبادکاری تھا۔ بے آب وگیا، زمین کو لہلہاتے کھیتوں میں تبدیل کرنا جوئے شیر لانے کے مترادف تھا۔احمد بخش پنچ نے ایک دن اپنے بھائیوں کا اکھٹا کیا اور ان کے سامنے یہ بات رکھی۔کافی دیر بحث وتمحیص کے بعد فیصلہ یہ ہوا کہ احمد بخش خود اور فتح محمد دونوں وہاں چلے جائیں اور دو بھائی ادھر ہی رہیں۔جب وہاں زمین کی الاٹمنٹ ہو جائے تو یہ بھی ادھر ہی آ جائیں گے۔

خوشی محمد کے تقریباً دو سال اس گاؤں میں گذرے۔اپنے بھائیوں سے زیادہ اس کی کلوندر سنگھ کے ساتھ بنتی تھی۔دونوں سارا دن کھیلتے، کبھی ہیرا سنگھ کے کنویں پر اور کبھی لمیاں دی پتی میں وقت گذرتا۔دونوں ہی اپنے پاس غلیل رکھتے تھے۔سارا دن پرندوں کا شکار کرتے رہتے۔کھانا پینا اچھا ملا تو خوشی محمد نے خوب رنگ ڈھنگ نکالا۔تب ایک دم اسے وہاں سے بھی جانا پڑا۔اسے کلوندر سنگھ کا ساتھ چھوٹ جانے کا بہت دکھ تھا۔پہلے احمد بخش پنچ اور فتح محمد ریاست بہاول پور آئے، وہاں بات چیت کی۔لوگوں سے ملے۔ایک دن پلٹے تو دونوں اپنی بیویوں اور بیٹوں سمیت بہاول پور روانہ ہوگئے۔

وہاں انہوں نے دن رات ایک کر دیا۔صحرائی زمین کو آباد کرنے لگے۔ یہاں تک کہ انہوں نے لی ہوئی زمین آباد کر لی اور قیام پاکستان ہوگیا۔ لوگ آگ اور خون کا دریا پار کر کے آنے لگے۔ان میں احمد بخش پنچ کے دونوں بھائی بھی لٹے پٹے ان کے پاس آ گئے۔احمد بخش

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

بچ نے انہیں اپنے ساتھ ملا لیا اور زندگی نئے سرے سے شروع کر دی۔ اوگی پنڈ والی زمین کا کلیم داخل کر دیا گیا۔ یوں کسی کو کہیں زمین ملی اور کسی کو کہیں۔ وہ سب بھائی پاکستان کے مختلف علاقوں میں چلے گئے۔

☆.....☆.....☆

اس وقت خوشی محمد تیس برس سے اوپر کا ہو گیا تھا، جب اس کی شادی کی باری آئی۔ چاروں بھائیوں میں سے کسی کی بیٹی ایسی نہیں رہی کہ جس سے خوشی محمد کی شادی ہو سکتی۔ سب بیاہی جا چکی تھیں۔ احمد بخش اب بوڑھا ہو چکا تھا اور بھاگاں مائی اللہ کو پیاری ہو چکی تھی۔ ایک فتح محمد ہی اس کے پاس تھا۔ اس کی اولاد بھی بیاہی جا چکی تھی۔ احمد بخش نے ساتھ والے گاؤں میں خوشی محمد کی شادی کر دی۔ اس کے ساتھ ہی اس نے بڑی عقل مندی کی، اسے زمین دینے کا فیصلہ کر لیا۔ نور نگر میں کلیم کی زمین پڑی ہوئی تھی۔ احمد بخش نے وہ زمین خوشی محمد کو دے دی۔ وہ دونوں میاں بیوی وہاں جا کر بس گئے۔

نور نگر کی بستی نجانے کب کی آباد تھی۔ وہاں کے آثار بتاتے تھے کہ یہاں کوئی بستی پہلے بھی آباد تھی۔ وہاں کے لوگ بتاتے تھے کہ یہ پہلے ہندوؤں کی آبادی تھی۔ جو کسی وجہ سے ختم ہو گئی تھی۔ ان بے چاروں کو کیا معلوم تھا کہ یہیں پر شیطانیت اپنا بھیانک روپ دکھا چکی ہے۔ نور نگر کبھی رام گڑھ تھا جو بالکل بدل کر اب مسلمانوں کی بستی بن چکا تھا۔ نور نگر سے فقط دو میل کے فاصلے پر وہ میدان تھا، جہاں ہر سال میلہ لگتا تھا۔ اب میلے میں کھیلوں کی نوعیت بدل گئی تھی اور مسافر شاہ کے تھرے کا اضافہ ہو گیا تھا۔

تقریباً سات برس بیت گئے۔ خوشی محمد نے وہاں جا کر خوب محنت کی۔ اس علاقے میں پانی اچھا تھا۔ فصلیں شاداب ہونے لگیں۔ بچپن میں غلیل سے پرندوں کا نشانہ لینے والا شوق اب گن کے ساتھ شکار میں بدل گیا تھا۔ اس کا نشانہ غضب کا تھا۔ اور اسی خوبی کے باعث اس علاقے کے بڑے زمیندار کا بیٹا چوہدری شاہ دین اس کا بہت گہرا دوست بن گیا تھا۔ وہ اکثر شکار پر نکل جاتے۔ خوشی محمد کو سب کچھ مل گیا تھا، بس کمی تھی تو اولاد کی نعمت تھی جو ابھی انہیں ملی تھی۔ وہ رب کے ہاں سے ناامید نہیں تھے۔

خوشی محمد کی بیوی صابراں اپنے نام کی طرح صابر و شاکر عورت تھی۔ قدرت نے اسے رنگ روپ بھی خوب دیا تھا۔ وہ سادہ سی گھریلو عورت اپنے رب کی رضا میں راضی تھی۔ اگرچہ اسے اولاد ہونے کا دکھ تو تھا لیکن اس نے اس کا اظہار نہیں کیا تھا۔ اسے صرف شاہ دین کا خوف تھا، جس کی بری نظر سے بچ جانا چاہتی تھی۔ وہ بہت کم باہر جاتی۔ خوشی محمد نے دو نوکر رکھ چھوڑے تھے، وہی کام کرتے تھے۔ صابراں نے اشارے کنائے میں خوشی محمد کو شاہ دین کے بارے میں بتایا بھی، جسے وہ نہ سمجھ سکا۔ صابراں نے اپنی لَو اپنے رب سے لگا لی۔ وقت گذرتا گیا، یہاں تک کہ قدرت ان پر مہربان ہو گئی۔ وہ امید سے ہو گئی۔

ان کے ہاں ایک بیٹا پیدا ہوا، جس کا نام جمال رکھا گیا۔ وہی جمال جو اپنے سامنے سارے منظر دیکھ رہا تھا۔ جب وہ دنیا میں آیا تو اس کا باپ قتل ہو چکا تھا۔ جس کا بدلہ لینے کے لئے وہ اس مقام پر آ کھڑا تھا۔ سارے منظر ایک دم سے ختم ہو گئے۔

☆.....☆.....☆

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

ہمارے سامنے اندھیرے میں ڈوبا ہوا میدان تھا۔ میں نے پلٹ کر دیکھا تو روہی والے بابا جی وہیں ہمارے سامنے کھڑے مسکرا رہے تھے۔ ہمیں اپنی طرف دیکھتا پا کر وہ مسکراتے ہوئے بولے

''جمال، کیا اب تمہیں سمجھ آ گئی ہے کہ تم کس حد تک قلندر ہو؟''

''لالو قلندر کی وجہ سے وہ قلندر تھا، اسی ناطے میں بھی ہوں۔ میں جان گیا، مجھے اب کیا کرنا ہے۔''

'' یہ اچھا ہوا کہ تم سمجھ گئے ہو۔ لیکن ابھی منزل بہت دور ہے، تجھے ابھی بہت سفر کرنا ہے ۔'' بابا جی نے کہا تو میں نے دھیمے سے پوچھا

''یہ آپ نے مجھے میری تین نسلوں کے بارے میں بتایا، آپ انہیں کیسے جانتے ہیں، انسان کی عمر تو ایک.....''

'' بادشاہ کسی شخص کا نام نہیں ہوتا، ایک مقام کا نام ہے، جو جس وقت بادشاہ ہوتا ہے اسے وہ مقام ملنے کے ساتھ سارے اختیارات بھی مل جاتے ہیں۔ اسے ماضی تو معلوم ہوتا ہے اور مستقبل کی سوچ بھی دی جاتی ہے۔''

''مقام۔! آپ کا.....'' میں نے پوچھنا چاہا تو وہ میری بات کاٹ کر بولے

''تیری اور شیطان کی کشمکش جاری رہے گی۔ جتنا خود کو مضبوط رکھے گا، تیرے اندر جتنی پاکیزگی آئے گی، تو اتنا ہی مضبوط ہوگا۔ اپنی اور اپنے اندر پڑے قطرے کی حفاظت کرنا، تیری حفاظت خود بخود ہو جائے گی۔'' یہ کہہ کر انہوں نے جسپال کی طرف دیکھا اور کہا

'' تیرے پر یوار کے ساتھ بہت ظلم ہوا، تیرے دشمن تجھ سے بہت بھاری ہیں۔ پر ہیرا سنگھ کی مدد کا اُسے حق تو ملنا ہے نا۔ جاؤ، میرا رب تم دونوں کے ساتھ ہے۔'' انہوں نے کہا اور مسافر شاہ کے تھڑے سے اتر گئے۔ وہ کچھ دور تک تو دکھائی دیئے پھر معدوم ہو گئے۔ ان کے پاؤں تلے روشنی جاگ اٹھی۔ وہ اس لکیر پر چل پڑے۔ پھر لمحوں میں وہ تو رنگر میں تھے۔

☆.....☆.....☆

اس رات کا باقی حصہ ہم دونوں نے اپنی آنکھوں ہی میں کاٹا۔ مجھے اچھی طرح احساس تھا کہ جیسے میری طرح جسپال کو بھی نیند نہیں آئی، ویسے ہی سوال اس کے ذہن میں بھی ہوں گے۔ مگر ہم میں خاموشی ہی رہی، ایک لفظ تک کا تبادلہ نہیں ہوا۔ ہم کروٹیں بدل بدل کر تھک گئی تو میرے ساتھ ہی وہ بھی اٹھ گیا۔ میں جو ایک ذرا سی اجنبیت اس سے محسوس کرتا تھا، وہ اب نہیں رہی تھی اور مجھے پورا یقین تھا کہ اس کے من سے بھی اجنبیت نکل گئی ہوگی۔ ابھی سورج نکلنے کے آثار ہویدا نہیں ہوئے تھے، میں نے بائیک نکالا اور ہم ڈیرے پر چلے گئے۔ اس صبح میں نے پہلی بار تو رنگر کو نئے انداز سے دیکھا۔ یہی جگہ کبھی رام گڑھ ہوا کرتی تھی۔ یہ سچ ہے کہ زمین چالیس برس بعد اپنا مالک بدل لیتی ہے۔ یہاں تو بستی ہی کا رنگ ڈھنگ بدل گیا تھا۔ کھنڈر کس نے آباد کئے کوئی پتہ نہیں، ممکن ہے قیام پاکستان کے بعد یہاں کے لوگ چلے گئے ہوں۔

چھا کا ابھی سویا ہوا تھا۔ میں نے اسے جا کر جگایا تو وہ حیرت سے اٹھ کر بیٹھ گیا پھر تشویش زدہ لہجے میں پوچھا

''او جمال تجھے خیر تو ہے؟، ابھی تو صبح نہیں ہوئی اور تو ڈیرے پر آ گیا ہے؟''

''او خیر ہی ہے۔ چل تو اٹھ اور منہ ہاتھ دھو، تجھے کہیں کام بھیجنا ہے۔'' میں نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا، اس کے چہرے پر حیرت

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

ابھی تک پھیلی ہوئی تھی۔ تبھی اس نے کہا

”میں پوچھتا ہوں خیر ہی ہے نا؟“

”تو ایسے کر، منہ ہاتھ دھو کے ہر اس بندے کے گھر جا، جو کل یہاں میلے کروانے کے سلسلے میں آئے تھے، انہیں جا کر کہو کہ ہم میلے میں کسی بھی طرح کی گڑبڑ نہ ہونے کی ضمانت دیتے ہیں، وہ میلہ کروانے کی تیاریاں کریں۔“ میں نے کہا تو وہ حیرت سے بولا

”تو پاگل ہو گیا ہے جوان کی باتوں میں آ کر یونہی میں بُو مار رہا ہے، تجھے پتہ بھی ہے کہ وہ ہمارے خلاف سازش کر رہے ہیں اور تو پھر بھی پاگل پن کر رہا ہے۔“

”جب میں نے کہہ دیا ہے تو بس کہہ دیا ہے، تو یہ پیغام جا کر ان سب کو دے دے۔“ میں نے پرسکون لہجے میں کہا تو وہ جسپال کی طرف دیکھ کر بولا

”یار تو ہی سمجھا اسے، پورا علاقہ ہمارے سامنے ہے، ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ وہ میلہ خراب کرنے کی وہ پوری تیاری کئے بیٹھے ہیں۔ وہ ہمیں پھنسانے کی پوری......“ اس نے کہنا چاہا تو جسپال نے کہا

”جب تجھے جمال کہہ رہا ہے، تو پھر تو ویسا ہی کر، جیسا یہ کہہ رہا ہے۔“

اس کے یوں کہنے پر اس نے دیوانوں کی طرح ہم دونوں کی جانب دیکھا اور پھر پوچھا

”یہ تم دونوں کی صلاح ہے، لیکن مجھے سمجھاؤ کہ یہ کیسے ہوگا؟“ چھاکا اڑ گیا۔

”یار صحیح پوچھو نہ تو ہمیں بھی پتہ نہیں کہ یہ کیسے ہوگا، لیکن دشمنوں کی سازش نہ صرف ناکام ہوگی بلکہ یہ انہی پر الٹ جائے گی، یہ میرا گمان کہتا ہے۔“ میں نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا تو ایک دم سے خاموش ہو گیا، اس کے چہرے سے صاف دکھائی دے رہا تھا کہ جیسے وہ مطمئن نہیں ہوا۔ تبھی اس نے دھیمے سے لہجے میں سر ہلاتے ہوئے کہا

”ٹھیک ہے میں جاتا ہوں۔“

یہ کہہ کر وہ اٹھ گیا۔ بھیدہ اپنے کام کاج میں مصروف تھا۔ ہم بھی اس کا ہاتھ بٹانے لگے۔

سورج نکلنے پر ہم واپس گھر کی جانب لوٹ آئے۔ اماں اور سوہنی ناشتہ تیار کئے بیٹھی تھیں۔ میں نے اور جسپال نے نہا دھو کر اچھے کپڑے پہنے اور ڈٹ کر ناشتہ کر کے باہر نکلنے کا سوچ ہی رہے تھے کہ ہمارا گیٹ بجا، میں اٹھ کر باہر گیا تو سامنے ایک نوجوان سی دیہاتی لڑکی اور ایک تنومند دیہاتی جوان کھڑا تھا۔ لڑکی نے ہمارے ہی علاقے کی عورتوں جیسا لباس پہنا ہوا تھا، سر پر بڑا سا سرخ آنچل تھا۔ جوان نے بوسکی کی قمیص پہنی اور لٹھے کی چادر باندھی ہوئی تھی۔ ان سے ذرا فاصلے پر بائیک سٹینڈ پر لگی ہوئی تھی۔ اس سے پہلے کہ میں ان سے پوچھتا، وہ لڑکی بولی

”جمال بھائی ہم تم سے ملنے آئے ہیں۔ اندر آنے کے لئے نہیں کہو گے؟“

”مگر میں تم لوگوں کو جانتا نہیں، پہچانتا نہیں تم لوگ ہو کون؟“ میں نے دونوں کو غور سے دیکھتے ہوئے کہا تو وہ جوان بولا

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

''جمال بھائی کہیں بیٹھ کر بات کریں؟''

''آؤ.....'' میں ان دونوں کو غور سے دیکھتا ہوا اندر لے گیا۔ میں سمجھ رہا تھا کہ یوں کسی اجنبی کو اپنے گھر میں لا رہا ہوں، ممکن ہے اس کے پاس اسلحہ ہو، کچھ بھی ہو سکتا تھا مگر۔! نجانے کیوں میرے دل نے گواہی دے دی تھی کہ ان پر اعتماد کر لیا جائے۔ وہ دونوں ایک چارپائی پر بیٹھ گئے۔ جسپال انہیں دور کھڑا غور سے دیکھ رہا تھا۔

''باتیں بعد میں کرتے ہیں، پہلے سناؤ کیا کھاؤ پیو گے۔'' میں نے پوچھا

''سب کچھ کھائیں پئیں گے جمال بھائی، لیکن پہلے یہ تو جان لو کہ ہم ہیں کون؟''

''تو بتا دو، یہ تو تم دونوں ہی نے بتانا ہے نا؟'' میں ے ہنستے ہوئے کہا

''میں پروین ہوں اور یہ میرا منگیتر ذوالفقار عرف زلفی۔ اسے تو تم پہلی بار دیکھ رہے ہو گے، لیکن مجھے آپ نے ایک بار دیکھا ہوا ہے، میرے ذہن میں تھا کہ میرا چہرہ تمہیں یاد ہو گا۔'' پروین نے مسکراتے ہوئے بتایا

''کہاں دیکھا ہے؟'' میں نے پوچھا

''شاہ زیب کے ڈیرے پر، یاد ہے تمہیں وہاں ایک کمرے میں ایک بوڑھا آدمی اور دو لڑکیاں بندھی ہوئیں ملی تھیں۔ جنہیں تم نے بڑی عزت کے ساتھ واپس بھیجا تھا۔'' پروین کے یاد دلانے پر میرے ذہن میں فوراً آ گیا۔

''ہاں مجھے یاد آ گیا، کیا وہ تم تھی؟'' میں نے پوچھا

''ہاں ان میں ایک لڑکی میں تھی اور دوسری اس زلفی کی بہن اور اس کا باپ تھا۔'' پروین نے بتایا تو زلفی بولا

''جمال بھائی۔! میں تمہارا شکریہ ادا کرنے آیا ہوں۔ تو میری بہن اور باپ کے ساتھ میری منگیتر کی بھی مدد کی اور انہیں حفاظت سے گھر بھیجا۔'' زلفی نے ممنونیت سے کہا تو میں نے ہنستے ہوئے پوچھا

''یار اتنے عرصے بعد؟''

''میں یہاں نہیں تھا۔ اگر یہاں ہوتا تو ان بے غیرتوں کی جرات نہ ہوتی۔ مجھے یہاں آئے ہوئے صرف تین دن ہوئے ہیں۔ اور اب بھی دیکھنا، میں کیا کرتا ہوں۔'' وہ یوں بولا جیسے اپنے آپ پر قابو پا رہا ہو۔ تب میں نے پوچھا

''اتنا عرصہ رہے کہاں ہو؟''

''جیل میں، سزا کاٹ رہا تھا۔ تین دن پہلے رہائی ہوئی ہے۔'' اس نے بتایا

''کیا، کیا تھا؟'' میں نے پوچھا

''قتل کئے تھے۔ خیر، وہ کیس تو نہیں پڑا مجھ پر، بچ گیا ہوں، ڈکیتی پڑ گئی تھی۔ اسی کی سزا کاٹی ہے۔ پر دشمنوں نے میرے باپ سمیت میری بہن اور میری منگیتر کو، بڑا ظلم کیا انہوں نے۔'' یہ کہہ کر وہ پھر یوں ہو گیا جیسے خود پر قابو پا رہا ہو۔

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

''میں تمہاری کیا مدد کر سکتا ہوں۔'' میں نے پوچھا

''نہیں۔! جمال بھائی نہیں۔'' یہ کہہ کر وہ چارپائی سے نیچے بیٹھ گیا اور دونوں ہاتھ جوڑ کر بولا

''زلفی نے آج تک کسی کے سامنے ہاتھ نہیں جوڑے، پر میں ہاتھ باندھ کر تم سے منت کر رہا ہوں کہ مجھے کوئی کام بتا، کسی دشمن کا پتہ دے۔ میں تیرا احسان مند ہوں۔ جو تو نے مجھ پر احسان کیا ہے، میں اس کا بدلہ تو نہیں دے سکتا، پر جان تو دے سکتا ہوں۔ میری بہن اور منگیتر کی عزت کی تم نے، بتا جمال بھائی بتا، میرے کسی بھی کام آ سکتا ہوں۔ سمجھ لو کہ میں تیرا زر خرید ہوں۔ ''

''پہلے تم چارپائی پر تو بیٹھو۔'' میں نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اٹھایا تو وہ اٹھ کر چارپائی پر بیٹھ گیا، پھر بولا

''مجھے جیل ہی میں ساری بات معلوم ہو گئی تھی۔ تب سے میں نے تہیہ کر لیا تھا کہ پہلے تیرے کام آؤں گا، پھر اس بے غیرت وقاص کی .....'' یہ کہتے ہوئے اس نے دانت پیس کر گالی دے ڈالی تو میں نے پوچھا

''جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے، وقاص پیرزادہ نے ہی اپنے بندے بھیجے تھے اور انہی کے ہاتھ انہیں واپس اپنے گھر.....''

''نہیں، اصل میں وہی بندہ تھا۔ یہ شاہ زیب تھا یا پیرزادہ وقاص، چوہدری شاہنواز تھا یا سردار کھرل یہ سب ایک ہی ہیں، ان سب نے علاقے کو اپنے قبضے میں لیا ہوا ہے۔ میں نے بندے سردار کھرل کے مارے تھے۔ اس نے پیرزادہ وقاص سے کہہ کر انہیں گھر سے اٹھوایا، شاہ زیب کے ڈیرے پر رکھا تاکہ اگر میں واپس آ بھی جاؤں تو ان سب کا مقابلہ نہ کر سکوں۔ میرے دشمن یہ سب ہیں۔'' زلفی نے کہا تو میں ایک لمحے کو سوچ میں پڑ گیا۔ کہیں یہ کوئی سازش تو نہیں ہے؟ میں اس معاملے میں خاموش رہا اور بولا

''زلفی، رب نے مجھے اتنا حوصلہ دیا ہے کہ میں اپنی حفاظت کر سکوں۔ مجھے تم سے کوئی کام نہیں لینا اور نہ ہی میرا کوئی ذاتی دشمن ہے۔ تو جو چاہے سو کر۔''

''لیکن ایک شرط پر؟'' یہ کہہ کر اس نے میرے چہرے پر دیکھا

''وہ کیا؟'' میں نے پوچھا

''جب بھی میری ضرورت پڑے۔ مجھے آواز ضرور دے لینا۔ رب کی قسم تجھ سے پہلے جان دوں گا، یہ زلفی کا وعدہ ہے۔''

''دیکھ جمال بھائی، اس کے جیل سے آنے پر ہم نے شادی کرنا تھی، لیکن اب یہ آیا ہے تو ہم دونوں نے مل کر یہ فیصلہ کیا ہے کہ جب تک اپنے دشمن ختم نہ کر لیں، ہم شادی نہیں کریں گے۔''

''یار، دعا کر کہ ایسا ہو ہی نہ، خیر تو بیٹھ میں تیرے لئے کچھ لاتا ہوں۔'' میں یہ کہہ کر اٹھنے لگا تو جسپال ٹرے پکڑے ہوئے آتا دکھائی دیا۔ اس نے کھانا ان کے سامنے رکھ دیا اور میرے ساتھ چارپائی پر بیٹھتے ہوئے پروین سے بولا

''تو اندر جا اماں کے پاس، وہیں ادھر بیٹھ کر کھا لے، اماں نے کہا ہے۔''

زلفی، کھاتے ہوئے اپنی جیل کی روداد سنانے لگا۔ وہ وجہ بتانے لگا جس باعث اسے قتل کرنا پڑے۔ وہ کھا پی چکا تو کچھ دیر بعد پروین بھی

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

اس کے پاس آ کر بیٹھ گئی۔ ایسے میں چھا کا آ گیا۔ جیسے ہی وہ گیٹ سے اندر آیا اور اس کی نگاہ زلفی پر پڑی تو وہ بری طرح چونک گیا۔ میں نے اس کے چہرے کا بدلتا ہوا رنگ اچھی طرح دیکھ لیا تھا۔ اس نے بائیک کھڑی کی اور سیدھا اس کی طرف آیا۔ تب تک زلفی بھی اٹھ گیا۔ وہ دونوں یوں گلے ملے جیسے صدیوں کے بچھڑے ہوئے ہوں۔ میں نے چھا کے سے پوچھا

''تُو جانتا ہے اسے؟''

''ارے یار یہی تو ہے زلفی ڈکیت۔'' چھا کے نے بتایا تو ایک دم سے میرے ذہن میں یہ نام گونج گیا۔ اس کے بارے میں سنا ہی کرتا تھا، کبھی دیکھا نہیں تھا۔ اس کی اس علاقے میں کبھی بڑی دہشت ہوا کرتی تھی۔ وہ ان نوجوانوں کے لئے بڑا ہیرو تھا جو کسی نہ کسی طرح جرائم کی دنیا میں قدم رکھنا چاہتے تھے۔ جہاں تعلیم نہ ہو وہاں جرائم پیشہ زیادہ ہوتے ہیں۔ اور انہیں پیدا کرنے والے یہی جاگیردار، وڈیرے اور زمیندار ہوتے ہیں۔ کچھ دیر بعد چھا کے کو معلوم ہو گیا کہ وہ کس وجہ سے میرے پاس آیا ہے۔

''یہ کب سے تیرا جاننے والا ہے، تُو نے کبھی ذکر ہی نہیں کیا۔''

''کافی عرصے سے، ہم نے ایک دوسرے سے کام لئے ہیں۔ پر اتنا واسطہ نہیں تھا۔ میں اس تعلق کو چھپا کر ہی رکھتا رہا ہوں، اس جیسے اور پتہ نہیں کتنے تعلق ہیں، اب کس کس کا ذکر کروں۔'' چھا کے نے بتایا تو میں نے پوچھا

''ہاں، تو بتا، کیا کر آیا ہے؟''

''ان سب لوگوں کو پیغام دے آیا ہوں۔ آگے سے کوئی حیران ہوا اور کوئی مسکرا دیا۔ اب پتہ نہیں ان لوگوں کے دل میں کیا ہے۔'' چھا کے نے کہا تو زلفی نے تجسس سے پوچھا

''میں پوچھ سکتا ہوں کہ معاملہ کیا ہے؟''

اس پر چھا کے نے مختصر انداز میں اس سے کہہ دیا تو وہ سوچتے ہوئے بولا

''میں سمجھ گیا ہوں کہ اس نے کیا کرنا ہے۔ بس ذرا سی تصدیق کرنا ہوگی۔''

''میں سمجھا نہیں۔'' میں نے کہا

''جمال بھائی، تم جانتے ہو، ذخیرے میں پیرزادے نے اپنا ایک نیا ٹھکانہ بنا لیا ہے؟'' اس نے بتاتے ہوئے پوچھا تو اس نے تفصیل بتا دی

''میں اس کے بارے میں جہاں تک ہو سکتا تھا، جیل میں خبر رکھتا تھا۔ کئی سنگی ساتھی اس کے بارے میں بتا دیتے تھے۔ مجھے کوئی تین مہینے پہلے ایک خبر ملی تھی کہ اس نے ذخیرے میں بندے رکھے ہیں۔ وہ سارے ہی اشتہاری ہیں۔ ان سے وہی ڈکیتی، قتل اور ایسی ہی وارداتیں کروا رہا ہے۔ مجھے یہ سمجھ نہیں آ رہی کہ ایک دم وہ ایسا کیسے کر سکتا ہے۔''

''وہ جدی پشتی زمیندار ہے۔ اور.....'' چھا کے نے کہنا چاہا تو وہ بولا

''وہی تو، پہلے بھی وہ ایسا ہی تھا۔ لیکن اب یا تو اس پر کسی کا ہاتھ ہے، یا پھر کوئی وقت اس کے ساتھ آ ملی ہے۔ پہلے اتنا حوصلہ نہیں تھا اس

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

میں، پہلے بھی تو یہ ذخیرہ اسی کی ملکیت تھا۔'' زلفی نے اپنے طور پر تجزیہ کیا۔

میں اس ذخیرے کے بارے میں جانتا تھا۔ ایک دو بار میں شکار کرنے اس طرف گیا تھا۔ وہ درختوں سے بھرا ایک جنگل تھا۔ پہلے وہ قدرتی تھا بعد میں دریا کی زمین پر ناجائز قبضہ کر کے اسے پھیلا کر مصنوعی جنگل بنایا گیا۔ جس سے لکڑیاں فروخت کی جاتی تھیں۔ اس کے ایک طرف سڑک تھی۔ خاصا جنگل پار کرنے کے بعد دوسری جانب دریائے ستلج تھا۔ اگر ایک طرف سے خطرہ ہوتا تو وہ لوگ دوسری طرف نکل جاتے تھے۔ پہلی تو بات یہ ہے کہ اس طرف کوئی جاتا ہی نہیں تھا۔ ممکن ہے اب پیرزادہ وقاص نے اپنے مقصد کے لئے بندے وہاں رکھ چھوڑے ہوں۔ ان کے ڈیرے پر بھی تو ایسے کئی بندے پڑے ہی رہتے تھے۔

''ایسے میں جبکہ وہ اتنا طاقتور ہو گیا ہے، تو کیا کرے گا۔'' میں نے پوچھا

'' یہی تو میں نے تصدیق کرنی ہے، اگر اس نے میرے ساتھ منافقت کی ہے تو میں کیوں نہ کروں۔ اور میں نے تو وقاص کو مارنا ہی مارنا ہے، جب بھی موقعہ ملے، چاہے آج ہی۔'' زلفی تیزی سے بولا

''چلو دیکھتے ہیں کیا کرتا ہے تو؟'' میں نے کہا تو اس نے سرخ ہوتے ہوئے چہرے کے ساتھ کہا

''جمال بھائی۔! تو میرا محسن ہے۔ میری جان بھلے چلی جائے، پر بس چلے نا تو تجھ پر آنچ نہیں آنے دوں گا۔ چھا کا جانتا ہے میرے بارے میں۔''

''فون ہے تیرے پاس؟'' میں ے پوچھا

''ہاں ہے۔'' اس نے بتایا تو میں نے کہا

''رابطہ رکھنا۔ پھر دیکھتے ہیں کیا ہوتا ہے۔'' میں نے کہا اور بات ختم کر دی۔ وہ بھی سمجھ گیا۔ وہ پروین کے آنے تک انتظار کرتا رہا، وہ آئی تو اس کے ہاتھ میں ایک بڑا سا آنچل تھا۔ پروین وہ زلفی کو دکھاتے ہوئے بولی

''اماں نے دیا ہے، کہہ رہی تھی کہ تم پہلی بار ہمارے گھر آئی ہو۔''

زلفی نے میری طرف دیکھا اور شدت جذبات سے اس کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ ہمارے علاقے میں رواج تھا کہ جب بھی کسی کو اگر سر پر ڈالنے والا آنچل دے دیا تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اسے بیٹی یا بہن کے طور پر عزت دی گئی ہے۔ میں نے پروین کے سر پر ہاتھ رکھ کر پیار دیا تو زلفی میرے گلے ملا۔ پھر اس کے بعد وہ چلے گئے۔ نجانے کیوں مجھے زلفی پر اعتماد ہو رہا تھا۔

ہم تینوں ذرا اطمینان سے بیٹھے تو میں نے چھا کے سے کہا

''اس علاقے میں جب شاہ زیب نہیں رہا، چوہدری شاہنواز بھی پکڑا گیا ہے۔ یہی پیرزادہ وقاص چاہتا تھا۔ میں یہ اس لئے کہہ رہا ہوں کہ شاہ زیب کے بارے میں سازش کا گواہ تو میں خود ہوں۔''

''اسے گمان بھی نہیں تھا کہ تم اس طرح واپس آؤ گے اور حویلی کے ساتھ ساری جائیداد بھی تیرے اشارے پر ہو گی۔ اب وہ تمہیں اپنے

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

راستے کا کانٹا سمجھ رہا ہے۔اور سازش ہی کے ذریعے ہی ختم کرنا چاہتا ہے۔'' چھاکے نے جواب دیا تو جسپال بولا

''یار تم لوگ کن چکروں میں پڑ گئے ہو۔ابھی جاتے ہیں اور اس کا کام ہی ختم کر دیتے ہیں۔نہ وہ رہے گا اور نہ کوئی سازش۔''

''یہ بہت آسان ہے،لیکن اس کے بعد ہم بھی انہی میں سے ہی ہو جائیں گے۔ضروت ہوئی تو یہ کام بھی ہو جائے گا۔ ہم نے یہاں رہنا ہے جسپال،اور علاقے میں اپنی ساکھ بنانی ہے۔ مجھے پتہ ہے کہ دشمن سانپ کی مانند ڈنگ مارے گا۔فی الحال سانپ کا زہر نکالنا ہے،اس کا سر نہیں کچلنا۔''میں نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا تو وہ الجھتے ہوئے بولا

''مجھے تمہاری منطق کی سمجھ نہیں آتی،میں تو کہتا ہوں کہ عوام کو پتہ چلنا چاہئے کہ ہم ان سانپوں کا نہ صرف زہر نکال سکتے ہیں بلکہ ان کا سر بھی کچل سکتے ہیں۔''

''نہیں۔!ہم نے خوف کی فضا طاری نہیں کرنی۔ایسا ظالم لوگ کرتے ہیں۔ہمارا مقصد تو لوگوں کو شعور دینا ہے،انہیں بتانا ہے کہ ان کا حق کیا ہے۔فطرت نے انہیں جو انہیں آزادی دی ہے،وہ اس کے مطابق جئیں۔ہمیں لوگوں کی محبت چاہئے۔''میں نے کہا تو جسپال کاندھے اُچکا کر رہ گیا

''تو محبت صاحب،پھر کرنا کیا ہے؟''چھاکے نے پوچھا

''ابھی تم نے صرف یہ کرنا ہے کہ علاقے میں اپنے لوگوں کو پھیلا دو، پتہ کرو کہ آخر وہ کر کیا رہا ہے؟''

''سمجھو،ہو گیا۔''چھاکے نے کہا

''تم یہ کرو۔میں اور جسپال افضل رندھاوے سے مل کر آتے ہیں۔''میں نے کہا تو اس نے غور سے مجھے دیکھا اور سمجھ گیا کہ میرا اس سے ملنا ضروری ہے۔ میں نے سیل فون نکال کر رندھاوے کا نمبر پش کیا۔اس کا فون بند تھا۔ میں نے کچھ دیر بعد فون کرنے کا سوچ کر سیل جیب میں رکھ لیا۔پھر جسپال کو اشارہ کرتے ہوئے کہا

''چل،حویلی کی خبر لیں،ادھر جا کر نیٹ پر بھی کچھ دیکھتے ہیں۔''

میرے یوں کہنے پر وہ اٹھا اور گاڑی نکالنے چل دیا۔میں نے اندر جا کر سوہنی سے پوچھا کہ وہ جانا چاہے گی،؟وہ بھی تیار ہو گئی۔ ہم نے اماں کو بھی ساتھ لیا اور حویلی چلے گئے۔

بظاہر سکون تھا۔کوئی مسئلہ درپیش نہیں تھا۔صرف میلے والی بات سامنے تھی۔ میں حویلی کے لان میں اسی چھتری تلے بیٹھا ہوا تھا،جس کے نیچے کبھی شاہ دین بیٹھا کرتا تھا،میرے پاس جسپال اور تانی بیٹھے ہوئے تھے،ہمارے درمیان یونہی گپ شپ چل رہی تھی۔تبھی مجھے خیال آیا کہ مجھے افضل رندھاوے کو فون کرنا ہے۔میں سیل نکالا اور رابطہ کیا۔ لمحوں میں اس سے رابطہ ہو گیا۔

''بڑی عمر ہے جمال تمہاری۔میں ابھی تمہیں فون کرنے والا تھا۔''اس نے پر جوش لہجے میں کہا تو میں نے پوچھا

''خیر تو ہے نا؟''

''ہے بھی اور نہیں بھی،یہ تو وقت بتائے گا،ویسے خبر سن لو،چوہدری شاہنواز کی ضمانت ہو گئی ہے،ابھی کچھ دیر پہلے۔شاہ زیب اور ملک

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

سجاد اسے لینے عدالت میں آئے ہوئے ہیں۔ مجھے پتہ چلا ہے کہ یہ تینوں اب اکھٹے جائیں گے۔" اس نے بتایا

"تیرے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ چوہدری شاہنواز، ملک سجاد اور شاہ زیب ایک ہو گئے ہیں۔" میں نے پوچھا

"جی، اور دوسری اطلاع یہ ہے کہ شاہ زیب اب اپنی زمین واپس لے گا اور پوری طرح سوہنی بی بی کا مقابلہ کرنے آ رہا ہے۔" اس نے مزید کہا تو میں نے پوری توجہ سے پوچھا

"یہ اطلاع دی کس نے؟"

"یار میرے بندے ہیں نا ان کے ارد گرد، خیر تم گھبرانا نہیں، میری بات ہو گئی ہے، کچھ دیر بعد کوئی نہ کوئی بندہ تمہارے پاس ضرور پہنچے گا۔"

"ٹھیک ہے میں انتظار کروں گا۔" میں نے کہا اور فون بند کر دیا۔ جسپال اور تانی میرا چہرہ دیکھ کر اندازہ لگا چکے تھے کہ بات کس نوعیت کی ہو گی۔ میں نے کال کی تفصیل بتائی تو جسپال نے کہا

"میرے خیال میں یہ اچھا نہیں ہوا کہ دشمن خود ہی چل کر ہمارے پاس آ رہا ہے۔"

"لیکن اس کے لئے پوری پلاننگ کی ضرورت ہو گی۔ خیال رہے کہ تینوں نے اپنے طور پر انتقام لینا ہے، اور وہ کسی حد تک بھی جا سکتے ہیں۔"

"میں سمجھتا ہوں۔" میں نے سر ہلاتے ہوئے کہا

"چل، دیکھ کون تجھ سے آ کر بات کرتا ہے۔ پھر اپنی پلاننگ کر لیں گے۔" تانی نے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا تو میں ہنس دیا۔ پھر بولا

"یہ سارا کچھ جو ہو رہا ہے، یہ سارے حالات جو بن رہے ہیں، کیا ہم نے بنائے ہیں؟"

"نہیں تو؟" تانی نے کہا

"تو پھر سوچنا سمجھنا کیسا؟ حالات جیسے بھی ہوں، ہم نے اپنا دفاع کرنا ہے۔ ہمارا مقصد صرف فتنے کو ختم کرنا ہے۔" میں نے کہا تو وہ ماحول جو ایک دم سے کھردرا ہو گیا تھا، وہ ٹھیک ہو گیا۔ اس سے پہلے کہ ہم باتیں کرتے، باہر سے ملازم نے آ کر بتایا کہ کوئی صاحب ہیں جو مجھ سے ملنا چاہتے ہیں۔ ان کے ساتھ ایک خاتون بھی ہے۔

"کون ہیں، یہ پوچھا؟"

"شکل سے وہ غیر ملکی لگتے ہیں، یہاں کے نہیں ہیں۔" ملازم نے کہا۔ تبھی تانی نے تیزی سے کہا

"اسے اچھی طرح چیک کر کے گاڑی وہیں کھڑی کر لینا اور انہیں ادھر بھیج دو۔"

"ٹھیک ہے جی۔" ملازم نے کہا اور واپس مڑ گیا۔ ٹھیک انہی لمحات میں جسپال کا فون بج اٹھا۔ اس نے اپنا سیل دیکھا اور ماتھے پر تیوریاں ڈالتے ہوئے کہا

"نمبر کوئی نہیں ہے، شاید روہی سے ہو۔" یہ کہتے ہوئے اس نے اسپیکر آن کر کے فون کال ریسیو کر لی

"ہیلو جسپال۔ جسمیندر بات کر رہا ہوں۔" دوسری طرف سے آواز آئی تو جسپال نے پوچھا

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

''او جسمیندر ، کیا حال ہے تیرا، کدھر ہو؟ اور اتنے عرصے بعد کال کی؟''

''میں، ادھر کینیڈا ہی ہوں۔ کال اس لئے کی کہ ابھی تمہارے گیٹ پر، بلکہ، جمال کے گیٹ پر نہیں میرا مطلب ہے سوہنی بی بی کی حویلی کے گیٹ پر دو مہمان آ کر رکے ہیں۔ وہ اپنے ہی بندے ہیں۔'' جسمیندر نے ایک ہی سانس میں اپنی معلومات بتانے کے ساتھ ساتھ یہ بھی جتا دیا کہ ہمارے بارے میں سب جانتا ہے۔

''کون ہیں وہ، کس لئے آئیں ہیں وہ؟'' جسپال نے تیزی سے پوچھا

''اپنے ہی لوگ ہیں، دوست ہیں میرے۔ اور وہ جو بات کریں گے، وہ خود ہی کریں گے۔ حالات جو بھی ہوں، مجھے یقین ہیں کہ تم سب ان کے ساتھ سلوک اچھا کرو گے، وہ مہمان ہیں تمہارے۔'' جسمیندر نے دوسرے لفظوں میں ہمیں احساس دیا کہ اگر بات سمجھ میں آتی ہے یا نہیں آتی ، ان کے ساتھ اچھا ہی برتاؤ کیا جائے۔

''ٹھیک ہے، میرے خیال میں وہ آ گئے ہیں۔'' جسپال نے دور سے ایک نوجوان جوڑے کو آتا دیکھ کر کہا تو جسمیدر بولا

''بعد میں کال کرتا ہوں۔'' یہ کہتے ہی اس نے فون بند کر دیا۔

میرے سامنے لان کے درمیان پختہ راہداری پر نوجوان جوڑا چلتا چلا آ رہا تھا۔ لڑکے نے رائل بلیو سوٹ کے ساتھ ہلکی نیلی شرٹ اور سرخ ٹائی لگائی ہوئی تھی۔ لمبے قد کا کسرتی بدن والا، اس کے ساتھ سفید کرتا، کالی جینز والی لڑکی تھی جس کے بال بوائے کٹ تھے۔ اس نے سیاہ چشمہ لگایا ہوا تھا۔ ایک چھوٹا سا بیگ کاندھے پر تھا۔ وہ ہمیں دیکھ کر سیدھے ہی ہماری طرف آ گئے۔

''تانی، ان کے کھانے پینے کا بندوبست کرو۔'' جسپال نے کہا تو تانی اٹھ کر دور چلی گئی۔ وہ وہاں سے ہٹی نہیں بلکہ فون پر ہی سب کہہ دیا ۔ وہ ان کی طرف سے الرٹ تھی، تانی کی یہ ادا مجھے بہت اچھے لگی تھی۔ نوجوان نے آتے ہی اپنا ہاتھ آگے بڑھایا اور انگریزی میں بولا

''ہیلو، میں جان ہوں، برطانیہ سے۔ تم جسپال ہو نا اور یہ جمال۔''

''میں جسپال ہی ہوں۔'' اس نے ہاتھ ملایا تو جان نے اپنا ہاتھ میری جانب بڑھا دیا

''میں کرسٹینا، فرانس سے''

وہ دونوں ہاتھ ملا کر بیٹھ گئے تو نوجوان نے اپنے بات کا آغاز کرتے ہوئے کہا

''میں آپ سے پہلے کبھی نہیں ملا، مگر آپ کے بارے میں مجھے بتایا ضرور گیا ہے۔ میرا خیال ہے کہ جسمیدر نے ہمارے بارے میں آپ کو فون کر دیا ہوگا۔'' اس نے تصدیق کرتے ہوئے پوچھا

''ہاں بتا دیا ہے۔ لیکن اس نے تم دونوں کی آمد کا مقصد نہیں بتایا۔'' جسپال نے کہا

''اگر آپ کو جلدی ہے تو میں چند منٹ میں اپنی بات ختم کر دیتا ہوں لیکن اگر مجھے اپنی بات سمجھانے کا موقعہ دیں گے تو میں پوری تفصیل سے بات کہوں گا بھی اور اگر آپ چاہیں گے تو میں سمجھانے کی کوشش بھی کروں گا۔''

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

''ٹھیک ہے، تم اطمینان سے اپنی بات کہو۔'' جسپال نے کہا تو اس دوران میرا سیل فون بج اٹھا۔ وہ چھاکے کی کال تھی۔ میں نے فون رسیو کیا تو چھاکے نے تیزی سے کہا

''اوئے زلفی نے کاروائی ڈال دی، اس نے وقاص کو گولیاں مار دیں ہیں۔''

یہ خبر ہلا دینے والی تھی۔ ایک لمحے کے لئے تو مجھے سمجھ نہیں آ رہی تھی، میں اس اطلاع پر کیسے ردعمل کا اظہار کروں۔

☆ ☆ ☆

(امجد جاوید کا یہ دلچسپ اور طویل ناول ابھی جاری ہے، باقی واقعات اگلی قسط میں پڑھیے)

کیا آپ کتاب چھپوانے کے خواہش مند ہیں؟

اگر آپ شاعر/مصنف/مولف ہیں اور اپنی کتاب چھپوانے کے خواہش مند ہیں تو ملک کے معروف پبلشرز ''علم و عرفان پبلشرز'' کی خدمات حاصل کیجئے، جسے بہت سے شہرت یافتہ مصنفین اور شعراء کی کتب چھاپنے کا اعزاز حاصل ہے۔ خوبصورت دیدہ زیب ٹائٹل اور اغلاط سے پاک کمپوزنگ، معیاری کاغذ، اعلیٰ طباعت اور مناسب دام کے ساتھ ساتھ پاکستان بھر میں پھیلا کتب فروشی کا وسیع نیٹ ورک..... کتاب چھاپنے کے تمام مراحل کی مکمل نگرانی ادارے کی ذمہ داری ہے۔ آپ بس میٹر (مواد) دیجئے اور کتاب لیجئے.....

خواتین کے لیے سنہری موقع..... سب کام گھر بیٹھے آپ کی مرضی کے عین مطابق.....

ادارہ علم و عرفان پبلشرز ایک ایسا پبلشنگ ہاؤس ہے جو آپ کو ایک بہت مضبوط بنیاد فراہم کرتا ہے کیونکہ ادارہ ہذا پاکستان کے کئی ایک معروف شعراء/مصنفین کی کتب چھاپ رہا ہے جن میں سے چند نام یہ ہیں.....

عمیرہ احمد	ماہا ملک	فرحت اشتیاق	رخسانہ نگار عدنان	قیصرہ حیات	انجم انصار
نازیہ کنول نازی	نگہت عبداللہ	رفعت سراج	نبیلہ عزیز	نگہت سیما	میمونہ خورشید علی
اقراء صغیر احمد	ہاشم ندیم	طارق اسماعیل ساگر	ایم۔اے۔راحت	اقتدار ساجد	شیما مجید (تحقیق)
محی الدین نواب	علیم الحق حقی	امجد جاوید	جاوید چوہدری	ایس۔ایم۔ظفر	

مکمل اعتماد کے ساتھ رابطہ کیجئے۔ علم و عرفان پبلشرز، اُردو بازار لاہور ilmoirfanpublishers@yahoo.com

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY